ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور
پاکستان

۲۸ ربیع الثانی ۳ جولائی
۱۳۹۰ھ • ۱۹۷۰ء

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسولؐ

مرتبہ
قاری فیوض الرحمٰن

نماز دین کا ستون ہے • روزہ ڈھال ہے • زکوٰۃ اسلام کا خزانہ ہے

نماز دین کا ستون ہے

اَلصَّلوٰۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ۔ (بیہقی)

اَلصَّلوٰۃ۔ نماز۔ عِمَادُ۔ ستون،

اَلدِّیْنُ۔ دین اسلام۔

تشریح عماد اور رکن کے معنی ستون کے ہوتے ہیں۔ اسلام کے پانچ رکن ہیں۔ (۱) توحید اور رسالت کی گواہی دینا (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ (۵) حج۔

جس طرح کسی عمارت کے ستونوں کے گر جانے سے پوری عمارت گر جاتی ہے۔ اسی طرح اسلام کے ان ارکان (ستونوں) کے چھوڑ دینے سے اسلام کی عمارت گر جاتی ہے۔ قرآن و حدیث میں سب سے زیادہ تاکید نماز کی آئی ہے۔ بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ صرف قرآن پاک میں اللہ پاک نے پانچسو مرتبہ نماز کا (دیا ہے۔ ایک آیت میں فرمایا:

اَقِیْمُوا الصَّلوٰۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ کہ نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

اور آپ کا ارشاد گرامی ہے:

مَنْ تَرَکَ الصَّلوٰۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ

کہ جس شخص نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔

اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا۔

لَا سَھْمَ فِی الْاِسْلَامِ لِمَنْ لَا صَلوٰۃَ لَہٗ۔

کہ مذہب اسلام میں اس شخص کا کچھ حصہ نہیں جس کی نماز نہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں کامل نمازیں پڑھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

روزہ ڈھال ہے

اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ۔ (نسائی)

اَلصَّوْمُ۔ روزہ۔ جُنَّۃٌ۔ ڈھال۔

ترجمہ: روزہ ڈھال ہے۔

تشریح: ڈھال پر تلوار اور نیزے کے وار روکے جاتے ہیں۔ اور دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھتی ہے۔" بالکل اسی طرح روزہ گناہوں سے بچانے کے لئے ڈھال کا کام دیتا ہے" روزہ میں انسان کو اللہ کے احکام کی عظمت کی مشق کرائی جاتی ہے۔ جس خدا کے کہنے پر ایک خاص وقت تک کھانا پینا چھوڑا جا سکتا ہے جو کہ حلال ہے اسی خدا کا حکم ہے کہ غیبت، جھوٹ اور دوسرے گناہوں سے بچو کہ یہ حرام ہیں اور ہمیشہ کے لئے حرام ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ:

"غیبت سے روزہ خراب ہو جاتا ہے۔"

ایک دوسرے موقع پر فرمایا کہ:

"جس شخص نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا، اللہ پاک کو اس کے بھوکا اور پیاسا رہنے کی ضرورت نہیں" (بخاری شریف)

معلوم ہوا کہ اللہ کے ہاں روزے کے مقبول ہونے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی کھانا پینا چھوڑنے کے علاوہ تمام گناہوں سے زبان، منہ اور دوسرے اعضاء کی حفاظت کرے۔ اگر کوئی شخص روزہ رکھے اور گناہ کی باتیں اور گناہ کے کام کرتا رہے تو اللہ تعالےٰ کو اس کے روزے کی کوئی ضرورت نہیں۔

زکوٰۃ اسلام کا خزانہ ہے

اَلزَّکوٰۃُ قَنْطَرَۃُ الْاِسْلَامِ (طبرانی)

قَنْطَرَۃٌ۔ خزانہ۔ اَلزَّکوٰۃُ ہر سال اپنی بچت میں سے اس کا چالیسواں حصہ یا اتنی قیمت اللہ کی راہ میں نکالنے کو کہتے ہیں۔ جس شخص کے پاس ساڑھے سات تولے سونا یا ۵۲ تولے چاندی یا اس کی قیمت ہو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

ترجمہ: زکوٰۃ اسلام کا خزانہ ہے۔

تشریح: اگر نماز جسمانی عبادت ہے تو زکوٰۃ مالی عبادت ہے۔ جانی و مالی دونوں عبادتیں فرض ہیں دونوں اسلام کے اہم رکن ہیں۔ نماز سے اپنی اصلاح اور زکوٰۃ سے دوسروں کی اصلاح ہوتی ہے۔ بظاہر یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ مال و دولت میں زکوٰۃ نکالنے کو اسلام کا خزانہ کہا گیا ہے حالانکہ دنیا جمع کرنے کو خزانہ کہتی ہے۔ غور سے دیکھا جائے تو زکوٰۃ ادا کرنے والا ایک طرف اپنے لئے نیکیوں کا ڈھیر جمع کر لیتا ہے۔ اور دوسری طرف وہ ملک کے غریبوں، محتاجوں، یتیموں اور بیواؤں کے لئے سرمایہ جمع کر دیتا ہے۔ اس طرح اس کی اپنی ذات کے لئے نیکیوں کا خزانہ ہے اور دوسروں کے لئے دولت کا خزانہ ہے۔

جب اسلامی قانون تھا تو اسلامی ریاست میں کوئی بھوکا نہیں رہتا تھا حضرت فاروق اعظم رضؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ایک بار فرمایا:

"اگر فرات کے کنارے کوئی کتا بھوک سے مر گیا تو اللہ کے حضور عمرؓ سے اس کی بازپرس ہو گی۔"

جس اسلام میں حیوانات اور کتوں کے یہ حقوق ہوں وہاں انسان کے کیا حقوق ہوں گے۔ آج زکوٰۃ کے ادا نہ کرنے سے اسلامی ملکوں میں غیر اسلامی نظریات راہ پا رہے ہیں۔ اس کی تمامتر ذمہ داری ان سرمایہ داروں پر ہے جو اللہ کے اس فرض کو پورا نہیں کرتے، پورے وثوق کے ساتھ یہ بات کہی جا رہی ہے کہ اگر ہمارے اس ملک کے سرمایہ دار اپنے مالوں سے غریبوں کا حق صحیح طور پر نکال دیں تو پاکستان میں کوئی بھی غریب نہ رہے۔ لیکن آج زکوٰۃ کے ادا نہ کرنے سے غریبوں میں محبت کی جگہ نفرت پیدا ہو رہی ہے۔ اس کا صحیح حل یہی ہے کہ

(باقی صـ۱۳ پر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدام الدین لاہور

۲۸ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ
۳ جولائی ۱۹۷۰ء

جلد ۱۶
شمارہ ۷

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

* احادیث الرسولؐ
* اداریہ
* ایک اہم استفسار اور
/ اس کا جواب
* انڈونیشیا
* جہاد بالایمان
* تحریک آزادی کے جلیل القدر رہنما
* خطبہ استقبالیہ
* خطبہ صدارت
* مجلس ذکر
* جنت کے داخلہ کے لئے ...
* اور دوسرے مضامین

آئینِ شریعت کانفرنس کے بعد

علماء کرام اپنی دینی ذمہ داریوں کو محسوس کریں

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے زیرِ اہتمام لاہور میں منعقدہ سہ روزہ آئین شریعت کانفرنس ختم ہو گئی۔ کانفرنس کے پہلے دن امیر جمعیۃ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی کی زیرِ قیادت علماء کرام نے ایک بہت بڑے جلوس کے ذریعہ جو رفیع الشان مظاہرہ کیا وہ لاہور کی تاریخ میں ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سے علماء کی طاقت کا سکہ بیٹھ گیا اور یہ جلوس اسلام کی عظمت و شوکت اور علماء کے دینی وقار و تمکنت کا آئینہ دار تھا۔ اس جلوس اور آئینِ شریعت کانفرنس میں لاکھوں فرزندانِ اسلام کی شرکت کو دیکھ کر یہ تاثر اب عام ہو گیا ہے کہ پاکستان کے عوام شریعت اسلامی کے سوا اور کسی قانون کو قبول نہیں کریں گے اور نہ ہی وہ اسلام کے عنوان سے سامراجیت یا سرمایہ دارانہ نظام کو پنپنے کا موقع دیں گے۔

جمعیۃ علماء اسلام نے ایک عظیم شریعت کانفرنس منعقد کر کے شش و پنج میں مبتلا اور پراگندہ ذہن افراد کے لئے یقین و اعتماد کی فضا پیدا کی ہے اس سلسلہ میں اکابرِ جمعیۃ تبریک و تحسین کے مستحق ہیں لیکن بایں ہمہ اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ اتنی عظیم کانفرنس کے انعقاد اور اس قدر گہرے اور دُور رس اثرات قائم کرنے کے بعد کہیں وہ غفلت اور بے توجہی میں مبتلا نہ ہو جائیں اور کانفرنس کے انعقاد یا ایک عظیم مظاہرے کو ہی منزلِ مقصود قرار نہ دے لیں بلکہ اب پوری مستعدی اور انہماک کے ساتھ اپنی دینی ذمہ داریوں کا شدید احساس کرتے ہوئے اس بات کی کوشش کریں کہ شریعتِ اسلامیہ اور اسلام کے صحیح نظام کے نفاذ کے لئے علماء کرام نے جو تاثر قائم کئے ہیں ان میں متواتر اضافہ ہونا چاہیئے اور عوام کے ساتھ اس وقت جو وابستگی ہو گئی ہے اسے مستحکم اور مضبوط تر کرنے کی فکر کرنی چاہیئے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ جمعیۃ علماء اسلام نے جس طرح آئینِ شریعت کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے ایک رابطہ عوام کمیٹی مقرر کی تھی اسی طرح ایک نفاذِ شریعت کمیٹی قائم کی جائے جو لوگوں میں اسلامی قانون کا احترام پیدا کرنے اور عوام کے اسلامی شعور کو بیدار کرنے کا اہتمام کرے تاکہ اکتوبر کے انتخابی مرحلہ تک رائے عامہ فکری اور عملی دونوں اعتبار سے ہمنوا اور ہموار ہو جائے اور وہ ہر قسم کے مادّی لالچ یا دھونس اور دھاندلی سے دامن بچا کر آئینِ شریعت کے عملی نفاذ کے لئے اہم کردار ادا کر سکے۔

عوام سے رابطہ کے لئے اب جلسے جلوسوں کی بجائے چھوٹے چھوٹے حلقے اور علاقے مقرر کر کے براہِ راست تعلق قائم کرنے اور جدید تقاضوں کے مطابق لٹریچر مہیا کرنے کی ضرورت ہے اس سلسلہ میں جس قدر ٹھوس اور مدلّل کام کیا جائے گا نتائج اتنے ہی مفید مطلب اور حوصلہ افزا برآمد ہوں گے۔

سوکارنو کی جائیداد

★ ——— بلا تبصرہ

جاکرتا کی ایک خبر ہے کہ:-
"جمہوریہ انڈونیشیا کے بانی سوکارنو نے اپنے ترکے میں صرف دو سو محبت نامے چھوڑے ہیں۔ سوکارنو بائیس سال تک صدارت کے عہدے پر فائز رہے لیکن جب وہ مرے تو ان کی کوئی جائداد نہیں تھی اور نہ کوئی روپیہ پیسہ انہوں نے اپنے ورثاء کے لئے چھوڑا۔ موجودہ حکومت نے انہیں جاکرتا کے قریب ایک مکان رہنے کے لئے دے رکھا تھا۔ جس میں وہ آخر وقت تک رہے۔ ان کے پاس تصاویر اور آرٹ کے چند نادر نمونے

(باقی صـ۱۶ پر)

آج قوم تصادم کے اس موڑ پر آگئی ہے

کہ اسلام کے نام سے سرمایہ داری، سامراجیت مسلّط رہے

اور یا ــــ صحیح اسلامی نظام نافذ کر کے پاکستان کو اسلامی مملکت بنا دیا جائے

خطبۂ استقبالیہ آئین شریعت کانفرنس جمعیۃ علمائے اسلام

بیرون دہلی دروازہ لاہور

منعقدہ ۲۶، ۲۷، ۲۸ جون ۱۹۷۰ء بروز جمعۃ المبارک ۔ ہفتہ ۔ اتوار

جسے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب

امیر جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان و صدر مجلس استقبالیہ آئین شریعت کانفرنس

نے افتتاحی اجلاس میں پڑھ کر سنایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

مہمانانِ محترم!

میرے اور میرے رفقاء کے لئے یہ امر باعثِ فخر و مسرّت ہے کہ ہم ملک کے گوشہ گوشہ سے آنے والے آپ معزز مہمانوں کا استقبال کر رہے ہیں۔

اس تپتے ہوئے گرم موسم میں دور دراز سے آپ کا یہاں آنا اسلام اور ملّت کے مسائل کے ساتھ آپ کی گہری دلچسپی و وابستگی کا بیّن ثبوت ہے اور اس بات کی شہادت ہے کہ جمعیۃ علماء اسلام نے جس کلمہ حق کو اپنا نصب العین بنایا ہے وہ آپ کو ہر چیز سے عزیز ہے۔

یہ ملک جو اسلام کے نام پر برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں کی صد سالہ جد و جہد اور بے شمار قربانیوں کے ساتھ وجود میں آیا۔ آج اسلام اور مسلمان عوام ہی کے معاملہ میں ایک نہایت سنگین صورت حال سے گذر رہا ہے جو لمحہ بہ لمحہ نازک تر ہوتی جا رہی ہے۔ گذشتہ ۲۲ سال میں یہاں جو کچھ ہوتا رہا وہ اسلام اور مسلمان عوام کے ساتھ مسلسل دھوکہ اور فریب کا عمل تھا اور ان کی سینکڑوں سال کی آرزوؤں اور تمناؤں کے خون ناحق کی داستان ہے، برصغیر کے مسلمان عوام جو ہندوؤں اور انگریزوں کے دو طرفہ دباؤ کی وجہ سے سیاسی اور اقتصادی محرومیوں کا شکار بن گئے تھے۔ اس نئے ملک کے وجود میں آنے سے بجا طور پر یہ امید قائم کر رہے تھے کہ انہیں اب ان محرومیوں سے نجات مل جائے گی اور وہ اسلام کے سایہ میں مکمل و مساوی سیاسی و اقتصادی حقوق سے بہرہ ور ہو جائیں گے خالص اسلامی نظام کا نفاذ انہیں عہد حاضر کی لادینیت سے محفوظ کر دے گا۔ غریب عوام کی سیاسی بالادستی ان کے ملّی وجود کو مضبوط و مستحکم بنا دے گی۔ اور اقتصادی وسائل کی صحیح ترتیب سے ملّت کا ایک ایک فرد خوش حال بن جائے گا۔ اس طرح ایک بار پھر وہ عہد رفتہ واپس آ جائے گا جسے دنیا خلافتِ راشدہ کا دور کہتی ہے اور پاکستان عہدِ حاضر میں اس دور کا مثالی نمائندہ بن کر عالم اسلام اور دکھی انسانیت کے لئے ایک نمونہ بن جائے گا۔

لیکن افسوس کہ برصغیر کے مسلمانوں کی یہ امید، یہ آرزو، یہ تمنا نہ صرف پامال کر دی گئی بلکہ گذشتہ ۲۲ سال میں پاکستان کے مسلمان عوام کو ابھرنے تک سے روکے رکھا گیا۔

مجھے ۲۲ سال کے گذرے ہوئے واقعات دہرانے کی ضرورت نہیں ہے آپ سب جانتے ہیں کہ اس دوران یہاں کیا کچھ ہوا اور حکمران ٹولیوں کے ہاتھوں پاکستان کے مسلمانوں نے کیسے کیسے زخم کھائے۔

اسلامی نظام سے انہیں محروم رکھا گیا۔ اسلام کے نام سے ان پہ غیر اسلامی قوانین نافذ کئے گئے ختم نبوت کے عقیدہ کے تحفظ سے روگردانی کی گئی پاکستان کی خارجی سیاست کو امریکی سامراج کے ساتھ نتھی کر دیا گیا۔ ملک میں امریکی بے حیا ثقافت کو پھیلایا گیا نئی نسل کو اسلام کی تعلیم سے محروم رکھا گیا، کروڑوں کسانوں اور مزدوروں کو بدحالی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جاتا رہا۔ چند خاندانوں کی اقتصادی و معاشی اجارہ داری قائم کر دی گئی۔ ابتدائی سیاسی و جمہوری حقوق تک سے ملک سے عوام محروم بنا دیے گئے۔ نوکر شاہی و افسر شاہی کی گرفت سخت تر کر دی گئی۔ اور عام آدمی کے لئے انصاف کا حصول محال تر ہو گیا۔ حتیٰ کہ یہاں اسلام کو مسخ کر کے اس کے جدید ایڈیشن اور ازم تیار کئے جانے لگے۔

چنانچہ اسلام سے روگردانی اور غریب عوام کے ظالمانہ استحصال کے رویہ نے یہاں اشتراکیت کا ردِ عمل بھی پیدا کر دیا۔ اس پورے عرصہ میں جمعیۃ علماءِ اسلام ہی وہ تنہا جماعت تھی جو مسلسل یہ پکار بلند کرتی رہی کہ پاکستان کے غریب مسلمانوں کو سیاسی اقتدار اور اقتصادی خوش حالی سے محروم نہ کرو اور کسی تغیّر و تبدل اور خود ساختہ تاویل کے بغیر خالص اسلام اور خلافتِ راشدہ کے دور کا نظام نافذ کر دو ورنہ یہاں لادینیت و اشتراکیت کے خطرات بڑھ جائیں گے۔

لیکن جمعیۃ علماء اسلام کی اس پکار پر کان نہیں دھرے گئے تا آنکہ یہ خطرات نمودار ہو کر سامنے آ گئے۔

جب یہ خطرات نمودار ہو گئے اور جدید سرمایہ داری و سامراجی مفادات اس کی زد میں آئے تو چاہئے تو یہ تھا کہ اب بھی جمعیۃ علماء اسلام کی

(باقی ص۱۷ پر)

آئینِ شریعت

کانفرنس کا یہ عظیم اجتماع اس بات کا ثبوت ہے کہ ملت اسلامیہ صرف اسلام کا حقیقی نظام چاہتی ہے

خطبۂ صدارت
آئینِ شریعت کانفرنس
جمعیت علماءِ اسلام

منعقدہ ۲۶-۲۷-۲۸ جون ۱۹۷۰ء بروز جمعۃ المبارک ہفتہ۔ اتوار،
بیرون دہلی دروازہ ——— لاہور

جسے
قائد جمعیت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ ناظم عمومی کل پاکستان
جمعیت العلماء اسلام نے افتتاحی اجلاس میں پڑھ کر سنایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عزیزانِ گرامی و بزرگانِ ملت!

الحمد للہ کہ آج ہم ایک عظیم اور مقدس ترین مقصد، آئین شریعت کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں اور اپنے معبودِ حقیقی کا شکر بجا لاتے ہیں کہ اس نے ہم ضعیفوں کو یہ توفیق ارزانی فرمائی کہ اس کے دینِ حق کے قیام کے لیے اور اس کے آخری پیغمبر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے نفاذ کے لیے اپنی حقیر و ناچیز مساعی وقف کر دیں۔

دوستو اور عزیزو! آپ سب جانتے ہیں کہ کل پاکستان جمعیت علماء اسلام اس عزیز مقصد کے حصول کے لیے اول دن سے سرگرم کار ہے۔ اور برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں پہلے روز سے علماء حق کا مقصود و نصب العین یہ ہی رہا ہے۔

ہم اور ہماری جمعیت ان علماء حق کی متابعت کو اپنی خوش نصیبی سمجھتی ہے اور ان کے عزیز ترین مشن کو پاکستان میں جاری رکھے ہوئے ہے

آج پاکستان کے لیے اہم ترین مسئلہ ایک آئین و دستور کی تیاری کا مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ پاکستان کے قیام کے دن سے ہی معلق اور زیرِ بحث چلا آ رہا ہے!

ایک طرف قیام پاکستان کے ان محرکات و عوامل کا تقاضا ہے جن کے زیر اثر، برصغیر کے مسلمانوں نے اپنی تاریخ کی سب سے بڑی قربانی دے کر پاکستان کے نام سے یہ خطہ زمین حاصل کیا کہ یہاں وہی آئین و دستور بنے جو ان محرکات و عوامل کے تقاضوں کو پورا کرنے والا ہو۔ یہ عوامل و محرکات صرف اسلامی جذبات اور اسلامی عزائم کی پیداوار تھے اور اس خطۂ ارضی پر بسنے والے مسلمانوں کی اس تمنا کے حامل تھے۔ کہ وہ اللہ کے دین اور اس کی شریعت کے نظام کے سایہ میں آزادانہ زندگی بسر کریں۔

دوسری طرف وہ عناصر تھے جن کی پیدائش اور پرورش خالص انگریزی ماحول میں ہوئی اور انگریزوں کی بخشی ہوئی سیاسی و اقتصادی مراعات سے قوم مسلم پہ مسلط ہو گئے تھے۔

ان عناصر کا تقاضا تھا کہ اس خطۂ زمین جو بھی سیاسی تغیرات برپا ہوں ہر حال میں ان کی حاصل کردہ مراعات و مفادات اور انگریزوں کی عطا کردہ حیثیت محفوظ رہے اور پاکستان ان کی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ بنے

اس طرح آئین سازی کا مسئلہ طویل کشمکش اور ردوکد کی گود میں چلا گیا۔ مفاد پرست عناصر آئین کا ایک خاکہ تیار کرتے اور اسلام کی خواہاں قوم اسے اسلام کے مطابق نہ پاکر رد کر دیتی۔ اور حکومت وقت کے متشددانہ رویہ کا شکار بنتی رہتی۔

انجام کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ ملک کے سربراہ ملک غلام محمد نے وہ بساط ہی لپیٹ کر رکھ دی۔ جس کی ذمہ داری میں آئین تیار ہو سکتا تھا۔

اس کے بعد اس نے اپنے طور پہ ایک دستوریہ بنائی اور اس کے ذریعے ایک من مانا دستور ۱۹۵۶ء میں سکندر مرزا صاحب کی سربراہی میں تیار کر کے نافذ کیا گیا اور اس پہ اسلام کا نمائشی خول چڑھانے کی کوشش کی گئی

لیکن قوم اسلامی دستور تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوئی اور اس میں قرآن و سنت کے مطابق بنیادی تبدیلیاں کرنے پہ زور دینے لگی۔

مفاد پرست اور غالب عناصر کہ جو گذشتہ دس سال کے خلاء میں دور دور تک اپنے سیاسی و اقتصادی مفادات وسیع کر چکے تھے اور سول انتظامیہ کو سیاست میں دخیل بنا چکے تھے، دستور میں اسلام کے مطابق تبدیلیاں لانے کا مطالبہ گوارا نہ ہوا اور بالآخر فوج کے سربراہ ایوب خاں کے ساتھ ملی بھگت کر کے آئین و دستور کی ساری بساط الٹا دی۔

چونکہ اس وقت پاکستان کے معاملات میں امریکی سامراج کو بھی بہت کچھ دخل حاصل ہو چکا تھا۔ اور خالص اسلامی تبدیلیوں سے اس کے مفادات بھی زد میں آ جاتے تھے اس لیے دستور و آئین معطل کرنے کے کارناموں میں اس کے حاشیہ بردار بھی شامل ہو گئے۔ ایوب خاں نے اپنے عہدِ حکمرانی و آمریت میں قوم کے ساتھ جو کچھ کیا وہ ابھی تک ذہنوں میں تازہ ہے لیکن دستور سازی کے تقدس کو جس طرح اس دور میں پامال کیا گیا وہ آئین و دستور کی تاریخ کا ایسا المیہ ہے جسے بھلایا نہیں جا سکے گا حتیٰ کہ اس دور میں عائلی قوانین وغیرہ اسلام کے صریح مخالف قوانین بالجبر نافذ کر دیئے گئے

اور یہ کوشش کی گئی کہ ایوب خاں کے آمرانہ دستور اور ان قوانین کو اسلامی ہی تسلیم کیا جائے۔

قوم نے باوجود سیاسی جبر و تشدد کے پوری قوت کے ساتھ ایوب خاں کی کوششوں کو رد کر دیا اور جمعیت علماء اسلام کے نمائندوں نے اس سلسلہ میں اسمبلیوں کے اندر اور باہر جو کردار ادا کیا اس کا اعتراف کرنے پر مغربی دنیا بھی مجبور ہو گئی۔

ایوب خاں کے آخری دور میں جب یہ امکانات پیدا ہوئے کہ عوامی سطح کی تبدیلیوں کو تسلیم کرایا جائے تو اس موقعہ پر ان تبدیلیوں کو اسلامی تقاضوں کے مطابق موڑنے کا عوامی مطالبہ ابھرا۔ چنانچہ جمعیت علماء اسلام کے قائد حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے گول میز کانفرنس میں مسلمان کی تعریف اور ۲۲ اسلامی نکات کو تبدیلیوں کی اساس بنانے پر زور دیا مگر افسوس ہے کہ مودودی صاحب اور ان کے رفقاء نے اس کی تائید نہ کی۔ اور اس طرح باقی تین اتفاقی امور کی طرح آئین اسلامی کا مسئلہ اتفاقی بن کر کامیاب نہ ہو سکا۔ اور یہ سنہری موقع بھی ہاتھ سے جاتا رہا۔

اب پھر ایک بار دستور ساز اسمبلی کی صورت میں آئین سازی کا مرحلہ آنے والا ہے اور قوم کو سوجھ بوجھ کے لیے امتحان کا ایک اور موقعہ مل رہا ہے آنے والے انتخابات اس بارے میں فیصلہ کن کردار ادا کریں گے۔ اگر اس موقعہ پر قوم ایسے نمائندے اسمبلیوں میں بھیجنے میں کامیاب ہو گئی جو دین کو پوری طرح جاننے والے اور دین کو غالب لانے کے خواہاں ہوں تو دستور سازی، اسلام کے مطابق ہو سکتی ہے ورنہ معاملہ پھر کھٹائی میں پڑ جائے گا۔

اور بات صرف اتنے پر ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ گزشتہ ۲۳ سال کے سیاسی تجربات نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ عوام کے سیاسی اور اقتصادی حقوق کی تکمیل و تحفظ اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک کہ آئین ساز اسمبلیوں اور اقتدار کے اندر عوام کے وہ نمائندے نہ پہنچیں جو ان کی حقیقی نمائندگی کرنے والے اور دین کے پابند ہوں پاکستان میں اندرونی و بیرونی عناصر نے جو گہرے مفادات قائم کر رکھے ہیں اور انگریزوں کے وقت جو نظام چلا آ رہا ہے ان سب کو ختم کر کے جب تک ان کی جگہ اسلام اور عوامی تقاضوں کے مطابق نظام قائم نہیں کر دیا جاتا۔ اس وقت تک مفاد پرستوں کی یلغار سے پاکستان کو محفوظ نہیں کیا جا سکتا۔

جمعیت علما اسلام کے سامنے جو پروگرام ہے۔ اس کا مقصد یہی ہے کہ قانون ساز اداروں میں اور اقتدار پر عوام کے حقیقی نمائندے پہنچیں۔ دستور خالص اسلامی بنایا جائے۔ اور سیاسی جبر و اقتصادی رشوتیں اور سرمایہ پرستانہ مراعات اور بیرونی اثرات کا تمام نظام یکسر ختم کر دیا جائے۔

جمعیت علماء اسلام نے گزشتہ ایک سال میں ملک کے ہر حصہ میں بے شمار جلسہ ہائے عام منعقد کئے' ان جلسوں میں عوام کی زبردست تعداد نے جمعیۃ علماء اسلام کے مقصد آئین شریعت کے نفاذ کی مکمل حمایت کی اور جمعیت کے منشور کو جامہ تکمیل تک پہنچانے کا عزم کیا۔

آج لاہور میں آپ پورے ملک کے نمائندوں کی حیثیت سے اس عظیم الشان کانفرنس میں شریک ہوئے ہیں اور مسلمانانِ پاکستان کے اس مطالبہ کو دوہرا رہے ہیں کہ پاکستان میں شریعت کا آئین ہی نافذ ہو سکتا ہے۔ اس آئین کے سوا ہمیں کوئی آئین قبول نہیں ہے۔

یہ آئین شریعت کانفرنس یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ قوم صرف اور صرف اسلام چاہتی ہے۔۔۔ لیکن اسلام کے نام پر مفاد پرستوں اور بیرونی سامراجیوں کو ہرگز تحفظ دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔

ملک میں غریبوں، کسانوں، مزدوروں طالب علموں اور متوسط درجہ کے عوام کے حقوق کے لیے جو جدوجہد جاری ہے اور خلاف شرع سرمایہ داری اور جاگیرداری کے بتوں کو پاش پاش کرنے کے لیے جو کوششیں کی جا رہی ہیں ان کو اسلام کے خلاف ٹھہرانے کی وہ سازش ہرگز کامیاب نہیں ہونے دی جائے گی۔ جو سامراجی ایجنٹ اور مل مالکوں کے خریدے ہوئے لوگ کر رہے ہیں۔

سوشلزم اور کمیونزم کو قبول کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کل پاکستان جمعیت علماء اسلام ہی نہیں یہاں کا ادنیٰ مسلمان بھی اسلام کو کامل دین سمجھتا ہے اور اس کے خلاف کسی اور نظریہ کو صحیح قرار دینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا ہے اور نہ ہی پاکستان میں چینی یا روسی سوشلزم کے نفاذ کی گنجائش ہے۔

لیکن سوشلزم اور کمیونزم کی مخالفت کی آڑ میں سامراجیت اور سرمایہ داریت کا تحفظ بھی ہرگز نہیں کرنے دیا جائے گا۔ جو لوگ سوشلزم کی مخالفت کا نعرہ محض سرمایہ داروں اور بیرونی سامراج کو خوش کر کے اپنی اقتصادیات درست کرنے کی کوششوں میں لگا رہے ہیں وہ بالآخر خائب و خاسر ہوں گے۔

آج ہمیں اپنے ملک کے تحفظ استحکام اور سالمیت کے لیے نہایت ضروری ہے کہ گزشتہ دور کے تمام غیر ملکی اثرات کو مٹا دیا جائے اور اسلام کی اساس پر ایک نئے عہد کی بنیاد رکھی جائے۔ جو اشتراکیت کے مہلک جراثیم اور مغربی سرمایہ دارانہ نظام حکومت کے اثرات سے پاک ہو۔

ہمارے ملک کو بھارت کے ہندوؤں سے جو خطرات لاحق ہیں۔ وہ پوشیدہ نہیں ہیں کشمیر کی آزادی کا مسئلہ ہماری موت و حیات کا مسئلہ ہے بھارت میں رہ جانے والے ۶ کروڑ مسلمانوں کی بے بسی اور مظلومیت ہمارے لیے ہر وقت کا چیلنج بنی ہوئی ہے عرب سرزمین پر اسرائیل کا ناسور پورے عالم اسلام اور ایشیاء کے لیے ایک مستقل عذاب ہے امریکی سامراج نے اپنی اقتصادی اور فوجی گرفت مسلمان ملکوں' کے چاروں طرف قائم کر رکھی ہے اس صورت حال کی وجہ سے نئی نسل کا ذہنی سکون متزلزل ہو چکا ہے سامراج کے خلاف شدت جذبات نے انہیں اشتراکیت کی طرف دیکھنے پر مجبور کر دیا ہے۔ حالانکہ ان تمام باتوں کا علاج اسلام اور صرف اسلام ہے۔ اسلام دشمن سامراجی طاقتیں اب اس میں مصروف ہیں کہ مسلمان عوام کے موجودہ اضطراب کو خانہ جنگی میں تبدیل کر دیں۔ چنانچہ سیاسی محاذ پر کفر کے فتووں کی بارش

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

انڈونیشیا

تحریکِ آزادی میں اہلِ اسلام کا کردار

یہ مقالہ جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے منفرد اور تحقیق کے لحاظ سے پہلا ہے، نامور پاکستانی مؤرخ علامہ نور احمد قادری مصنف تاریخ تمدن انڈونیشیا نے عمیق تاریخی ریسرچ کے بعد ترتیب دیا ہے جس کو پاکستان کے ممتاز جریدوں اور مجلوں نے بھی بے حد پسند کیا اور ۱۷ اگست ۱۹۶۰ء اور اس کے بعد اپنے خصوصی شماروں میں شائع کیا۔ یہ مقالہ سفارت ھذا کے انگریزی میگزین "انڈونیشا ٹوڈے" بابت ماہ جولائی اگست سنہ ۱۹۶۰ء میں بھی شائع ہو چکا ہے جس کو مصنف نے بزبان انگریزی لکھ کر پیش کیا تھا۔ (آئی۔ ایس۔ آئی)

انڈونیشیا مشرق بعید میں چین کے بعد سب سے بڑا ملک ہے اور دنیا کے ان سات ممالک میں سے ایک ہے جو اپنے وسیع و عریض رقبہ اور عظیم آبادی کے لحاظ سے عالمی جغرافیہ میں اپنا اختصاص رکھتے ہیں۔ اور دنیا کے سب سے بڑے ممالک محسوب ہوتے ہیں، پھر اس اختصاص میں بھی انڈونیشیا کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ یہ دنیا میں سب سے بڑی مسلم آبادی کا ملک ہے جہاں ۹۴ ملین انسانوں میں ۹۶ فی صد سے بھی زیادہ مسلمان ہیں اور مسلمان بھی ایسے خوش عقیدہ ہیں کہ ہر سال سب سے زیادہ تعداد میں حج کو جاتے ہیں اور بیت اللہ اور بیت الرسول کی زیارت کرتے ہیں پھر جس انداز میں انہوں نے اپنے ہاں کے اسلام دشمن سامراج سے لڑ کر ایک طویل زمانہ تک جہاد فی سبیل اللہ کے میدانوں میں انتہائی بے سرو سامانی کے ساتھ جنگِ آزادی کو جاری رکھا اور لاکھوں جانوں کی بازی لگا کر بالآخر ۲۸ دسمبر ۱۹۴۹ء کو کامیابی کی آخری منزل حاصل کی اور اپنے ملک و مذہب کے ساڑھے تین سو سال پرانے دشمن کو کیفر کردار پہ پہنچایا یہ تاریخ میں ہمیشہ زریں حرفوں سے لکھا جائے گا اور قرآنِ کریم کے اس جان پرور اور روح افروز وعدہ کو ہمیشہ یاد دلائے گا (ترجمہ)

"جو لوگ ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہ دکھا دیتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے"

"آج انڈونیشیا آزاد ہے، اس کے باشندے آزاد ہیں اس کا مذہب آزاد ہے، آزاد دنیا کا یہ ایک بڑا آزاد ملک ہے۔ ان سطور کی محدود گنجائش میں اس وقت مجھے بھی اپنے قارئین کرام کو تاریخ کی روشنی میں ہی بتانا ہے کہ اس آزاد ملک کی جنگ آزادی میں اسلام نے کیا کردار ادا کیا۔ اگر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اسلام نے انڈونیشیا کے حصول آزادی میں وہ عظیم الشان کردار ادا کیا ہے کہ اگر اس وقت اس کے ہر خدو خال کو تفصیل کے ساتھ بیان کریں تو میرا یہ بیان اس قدر طول کھینچ جائے گا کہ بذات خود ایک بالاستیعاب تاریخ بن جائے گا مگر ان سطور کی محدود گنجائش ان تفصیلات کی متحمل نہ ہو گی، لہذا بخوف طوالت محض اجمال کے ساتھ نگارش کروں گا۔

اسلام نے اس ملک کی جنگ آزادی میں جن جن حیثیتوں سے اپنا عظیم کردار ادا کیا ہے وہ بہت سی ہیں مگر میں ان میں سے صرف چند پر روشنی ڈالوں گا۔ مثلاً۔

(۱) جہاد فی سبیل اللہ
(۲) حج بیت اللہ شریف
(۳) تبلیغ اسلام
(۴) اخوت اسلام
(۵) بین الاسلامیت

اب ذیل میں انہی امور کے پیش نظر تاریخ کی روشنی میں اپنی نگارش پیش کرتا ہوں مگر پہلے میں یہ واضح کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میں دنیا کے کسی اور مذہب پر حملہ کرنا نہیں چاہتا اور نہ کسی دوسرے اہل مذہب کو برا کہتا ہوں اس لیے کہ خلق خدا ہونے کی حیثیت سے سب انسان ہیں اور انسان ہونے کی حیثیت سے سب انسانی حقوق رکھتے ہیں، اپنی سرزمین اور اپنا ملک رکھتے ہیں اور اپنے ملک کی آزادی کا حق رکھتے ہیں۔ کسی غیر ملک کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی جوع الارضی کے تحت کسی ملک کی آزادی کو لوٹ لے اور لوٹ بھی ایسی مچادے کہ خود اس ملک کے لوگ اپنی املاک کو بھی ترس جائیں بے بال و پر ہو جائیں۔ حتیٰ کہ پھر انہیں کسی قسم کی بھی آزادی باقی نہ رہے، یہ انسان کا انسان پر کتنا بڑا ظلم ہے، بڑے پیمانہ پر یہ ایک ایسی بات ہے کہ کسی کے گھر میں کوئی ڈاکو گھس آئے اور اہلِ خانہ کو کسی ستون

سے باندھ کر اس کی پیٹھ پر بیٹھ جائے اور اس کا سارا سامان اور کھانا سب چٹ کر جائے بلکہ اس کو دکھا دکھا کر ترسائے اور اگر وہ آہ بھی نکالے تو اس کا گلا گھونٹ دے۔

جہاد فی سبیل اللہ آزادی سے پہلے انڈونیشیا میں

بھی چھائے ہوئے غیر ملکی سامراج کی تاریخ بھی انسان پر انسان کے ظلم کی ایک ایسی ہی درد انگیز داستان ہے جس کو پڑھ کر ہر انصاف پسند لرز جاتا ہے اور حق پرست آواز حق کو بلند کرنے کے لیے باتباع حکم حق پیغام حق سے سرشار ہوکر اس ظالم کے مقابلہ پر میدان میں نکل آتا ہے اور اس کی طاغوتی قوت سے ٹکرا جاتا ہے تاکہ امن قائم ہو، ظلم کا خاتمہ اور انصاف کا قیام ہو اور مظلوم سلامتی کے ساتھ اس دنیا میں زندہ رہ سکیں اور خدا اور مخلوق کے حقوق و فرائض کو بحسن وجوہ ادا کر سکیں یہی اسلام کے پانچویں رکن یعنی "جہاد فی سبیل اللہ" کی وہ اسپرٹ ہے جس کے تحت سترھویں صدی عیسوی میں انڈونیشیا کے سلاطین مثلاً سلطان اگنگ وغیرہ کو دشمن کے مقابلہ پر کھڑا کیا تھا، آج ان کے واقعات سے تاریخ کے اوراق روشن ہیں مگر یہ غیر ملکی سامراج سے سلاطین کا جہاد فی سبیل اللہ تھا اب اگر عوام کے جہاد فی سبیل اللہ پر بھی نظر ڈالیں تو پتہ چلے گا کہ یہی وہ اسلامی جہاد تھا جس نے ۱۷ اپریل ۱۸۲۳ء بیدیری (سماترا) کے مقام پر امام بونجول کو ۱۸۲۵ء میں تیگل آروم کے مقام پر مجاہد اسلام دیپونگورو کو اور ۱۸۹۲ء میں آچیہ (مغربی سماترا) کی سرزمین پر تیکو عمر کو دشمن کے مظالم پر اسلامی غیرت دلائی اور اس کے انسانیت سوز طرز عمل کے خلاف جان و تن کی بازی لگا دینے کے لیے اور سنت حسینی کو زندہ کر دینے کے لیے میدان میں کھڑا کر دیا۔

جن حضرات نے میری کتاب "تاریخ و تمدن انڈونیشیا" کا مطالعہ کیا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ انڈونیشیا کے ان مجاہدین اسلام کے پاس دشمن کی

بہ نسبت نہ اسباب ہی کی فراوانی تھی، نہ سامان حرب ہی کی افراط تھی، لشکر اسلام بھی جو اعلان جہاد سن کر کفر اور اسلام کے دنگل میں جمع ہوا تھا وہ بھی سب سربکف رضاکاروں کا لشکر تھا جنہیں نہ کوئی پیسہ دینے والا تھا اور نہ رسد پہنچانے والا تھا بلکہ یہ محض شمع اسلام کے ایسے پروانے تھے جو اس شمع کو بجھانے والوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اعلائے کلمۃ الحق کے لیے اور اس دشمن اسلام سامراج کو اہل اسلام کی سرزمین سے نکالنے کے لیے میدان میں نکلے تھے جس نے یہاں کے تمام وسائل کو لوٹ لیا تھا۔

صف جنگاہ میں مردان خدا کی تکبیر
جوش کردار سے بن جاتی ہے اللہ کی آواز

انہوں نے پھر وہ جہاد کیا کہ سامراجی قوت بھی باوجود سروسامان کے پاش پاش ہوگئی اور قریب تھا کہ یہ ملک سے بھاگ جائے کہ بعض دنیا پرستوں نے جو لشکر اسلام میں مجاہدین کے ساتھ شامل تھے عین موقعوں پر دشمن کے فریب میں آگئے اور سب بنا بنایا کام بگڑ گیا ورنہ انڈونیشیا جب ہی کامیاب ہوگیا ہوتا اور فاتح الرحمی کا تاج سر پہ رکھ چکا ہوتا ہے، غرض اس کے بعد پھر ولندیزی سامراج نے جو مظالم ڈھائے اور اسلام کی بڑی بڑی بستیوں کو تاراج کیا ان کے واقعات سے خود تاریخ کا دل بھی لرز جاتا ہے یہ ایسے مظالم تھے کہ جن کی مثالیں دیارِ مشرق کے اور دیگر سامراجیوں کی تاریخ میں بھی ذرا کم ملے گی مگر واہ رے جذبہ جہاد اسلامی قوم کو زندہ رکھا اور ذوقِ شہادت سے زندگی کے جذبہ کو تازگی بخشی۔ ۱۹۱۰ء تک انڈونیشیا کے مجاہدینِ اسلام اپنے دشمن سے جہاد بالسیف کرتے رہے اور جان کی بازی لگاتے رہے۔ تاریخی لحاظ سے یہ وہ جہاد تھا جو تیکو عمر کی شہادت کے بعد بھی "آچیہ" (سماترا) میں اس کی مجاہد بیوہ نے دشمن کے خلاف جاری رکھا، وہ اگرچہ ایک خاتون تھی مگر اسلام کے جہاد مقدس کے لافانی جذبہ نے اس کے دل کو بھی دل مردانہ کر دیا تھا، محبت اسلام کا دیوانہ بنا دیا تھا، وہ جانتی نہ تھی کہ زندگی میں ایسی ایمانی آزمائش کبھی کبھی آتی ہے، لہذا وہ خود ہی لشکر اسلام کی کمان کرتی تھی اور مجاہدین کو للکارتی اور لڑاتی تھی آخرکار

وہ اپنی دلیری کی یادگار چھوڑ کر ۱۹۱۰ء میں شہید ہوگئی مگر دشمن اسلام کو اس مردانہ دل عورت نے یہ بتا دیا کہ یہ جذبۂ اسلام ہے، جب کسی سچے مسلمان پہ طاری ہوتا ہے تو اسے بالکل نڈر کر دیتا ہے پھر کوئی بھی طاغوت اس کو نہیں ڈرا سکتا اس کا مقابلہ تلوار سے نہیں کر سکتا۔

چنانچہ تاریخ اوراق شاہد ہیں کہ اس سامراج نے ۱۹۰۸ء میں سات سال پرانے اعلان کا اعادہ کرتے ہوئے کھلے دھاڑے کہا کہ حکومت ڈچ ایسٹ انڈیز مسیحیت کی اشاعت کرے گی اور اپنے مشن کو زیادہ سے زیادہ امداد دے گی۔ بلکہ اس میں شامل ہو جانے والوں کو مراعات دے گی۔

تاریخ گواہ ہے کہ پھر اس کے بعد سامراجی حکومت نے شدید قسم کے عملی طور پہ اقدامات بھی کئے یعنی یہ کہ انڈونیشیا کی اکثریت کو تعلیم و تجارت اور عہدوں اور ملازمت وغیرہ کی مراعات سے بھی محروم رکھا، تعلیمی محرومی تو ویسے ہی سے انہوں نے پیدا کر رکھی تھی اگر اس عہد کی تاریخ پر غور کریں تو پتہ چلے گا کہ اس وقت پورے ملک میں نہ یونیورسٹی تھی نہ کالج اور ہائی سکول تھے اسکول جو تھے وہ ہالینڈ کے پادریوں کے تھے جہاں ان کی اپنی برادری کے لوگوں کے علاوہ اکثریت کے بچوں کا داخلہ بھی دشوار تھا۔ لہذا اب اسلام کے جذبہ جہاد نے پھر اہل مدد کو چمکارا اور انہیں بیدار کیا کہ وہ اٹھیں اور اپنے اہل وطن کے کام آئیں اور اس جمود و قنوط کو دور کریں۔ چنانچہ مسلم تعلیمیافتہ نوجوان رہنما ڈاکٹر واحدین نے ۲۰ مئی ۱۹۰۸ء کو سب سے پہلے انڈونیشی تحریک "بودی اوتومو" کی بنیاد رکھی جس کا نصب العین دیہاتوں اور شہروں میں تعلیمی صور پھونکنا تھا اور جہالت کی آغوش میں سوئے ہوئے مسلمانوں کو جھنجوڑنا تھا، اس سلسلہ میں ڈاکٹر واحدین اور ان کے ساتھیوں نے بے حد کام کیا حتی کہ پھر ۱۹۰۸ء میں جب سامراج کے اسلام دشمن اعلان کے ساتھ نصرانی مشن منتشرانہ تو حرکتیں کرنے لگے تو جذبہ جہاد نے مسلم سوداگروں کو اٹھایا اور ان میں ہمت ایمانی پیدا کی، چنانچہ ایک صاحب

اثر اور صاحب درد حاجی ثمن ہودی میدان میں آئے اور انہوں نے اس کام کا آغاز کیا یعنی یہ کہ اہل اسلام کے تجارتی حقوق اور اسلام کی عام محافظت کے لیے ایک انجمن ۱۹۰۹ء میں قائم کی اور "شرکیت دگنگ اسلام" اس کا نام رکھا۔ یہ گویا انڈونیشیا کے عہدِ بیداری کی سب سے پہلی اسلامی تحریک تھی جس کے نصب العین میں ذرا اضافہ کرکے ۱۹۱۱ء میں اس وقت کے دوسرے نامور نوجوان مسلم رہنما حاجی عمر سعید چوکرو آمنوتو نے "شرکیت اسلام" کا لقب دیا اور سرابایا (مشرقی جاوا) میں دیہاتوں سے آنے والے نادار غریب طلباء کی رہائش کے لیے ایک اقامتی درس گاہ قائم کی۔ صدر سوکارنو نے بھی اپنے شروع زمانہ طالب علمی میں اسی دارالاقامہ میں تربیت پائی تھی اور تقاریر کی بھی مشق کی تھی ان کے علاوہ اور بھی بہت سے اس وقت کے انڈونیشی مشاہیر اس میں پڑھے ہیں۔

پھر ۱۹۱۲ء میں مشہور عالم دین حاجی احمد دحلان نے جو خانہ کعبہ میں پڑھے تھے اہل انڈونیشیا کی اصلاحی تعلیمات کے لیے ایک اور انجمن قائم کی ہے جو حرف عام میں "مجلس محمدیہ" کہلاتی ہے جس کے تحت رفتہ رفتہ مختلف مقامات پر اس کی شاخیں کھل گئیں اور اس طرح انڈونیشیا کے مجاہدین اسلام کا قومی انقلاب بیداری بھی اس جہاد کی صورت میں برابر بڑھتا رہا حتیٰ کہ اس سامراجی حکومت نے جس نے اہل انڈونیشیا پر تعلیم کے دروازے بند کر رکھے تھے اب دوسرا پینترا چلا اور وہ یہ تھا کہ پورے انڈونیشیا میں اپنی سامراجی برادری کو بڑھانے کے لیے اپنے وطن (ہالینڈ) سے پادریوں کو کثیر تعداد میں لاکر انڈونیشیا میں چھوڑ دیا اور جگہ جگہ ان کے مسیحی مشن بھی کھلوا دیئے تاکہ وہ ان کے ہم مذہبوں کی تعداد کو بڑھائیں اور رفتہ رفتہ کی کوشش سے اس مسلم ملک سے اسلام کی اکثریت کو اقلیت میں بدل دیں تاکہ پھر انہیں اپنے سامراج کے استقلال کے لیے کوئی خدشہ بھی باقی نہ رہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اس مسلم ملک کے وسائل پر مسلط رہیں۔

عالمی تاریخ کے لحاظ سے یہ وہ دور تھا جب جنگ عظیم اول (۱۹۱۴ء) دنیا کو تباہ و برباد کرکے بالخصوص مشرق وسطیٰ سے ترکوں کی عظیم سلطنت عثمانیہ کو مٹا کر اپنی آخری منزل میں تھی یعنی ۱۹۱۸ء کا دور تھا کہ ولندیزی سامراج نے انڈونیشیا سے اسلام کے مذہبی جوش اور جہاد کی اسپرٹ کو ختم کرنے کے لیے اپنے کالے منصوبوں پر شدید تر عمل کیا جنگ کی وجہ سے یورپ میں ان کی مرکزی حکومت (ہالینڈ) کی بھی اب مالی حالت اچھی نہ رہی تھی لہذا انہوں نے انڈونیشیا میں اپنے پادریوں کو مدد دینے کے لیے روپیہ جمع کرنے کے واسطے ایک تحریک چلائی جو "چائے بے شکر" کی تحریک کہلاتی ہے ہوتا یہ تھا کہ ہر اتوار کو سامراجی حکمران طبقہ بغیر شکر کے چائے پیتا تھا اور شکر کے پیسے حساب لگا کر اپنے نصرانی مشن فنڈ میں جمع کر دیتا تھا اس طرح کچھ ہی زمانہ میں لاکھوں گلڈر جمع کر لیے اور پھر اس کو خوب دیہاتوں کے غریب اور جاہل لوگوں میں اشاعت نصرانیت کے کاموں پر صرف کرتے رہے۔ اہل فہم غور کریں یہ اس سامراج کا اسلامیان انڈونیشیا کے خلاف کیسا ناپاک اقدام تھا جس کی مثال سے دیار مشرق کی اور دوسری سامراجی تاریخ بھی عفونت انگیز نہ ہوگی۔

بہرحال اہل اسلام کے خلاف سامراجیوں کے اس اقدام سے تمام انڈونیشیا کے سمجھدار اسلامی حلقوں میں ایک ہلچل پڑ گئی اور بے چینی پیدا ہوگئی پھر سامراج نے انہیں مجبور بھی کچھ ایسا کر رکھا تھا کہ ان کی خبریں بھی دیگر ممالک اسلام میں نہیں جا سکتی تھیں۔

حج بیت اللہ

ایسے خطرناک موقعہ پر جو چیز برادران انڈونیشیا کے آڑے آئی وہ حج بیت اللہ شریف تھا۔ انڈونیشیا کے لوگ ہمیشہ سے حج بیت اللہ پر بڑی تعداد میں جاتے ہیں اور ان جانے والوں میں مسجدوں کے امام، علماء، ان پڑھ، سوداگر غریب امیر، بوڑھے، جوان عورتیں اور بچے سب ہی طرح کے لوگ ہوتے ہیں کچھ ان میں سے نوجوان طبقہ کے لوگ پڑھنے کی غرض سے حجاز مقدس اور بلاد مصر و شام میں بھی رک جاتے تھے

غرض ان حاجیان کعبہ ہی کے ذریعہ حج پر آنے والے دوسرے ممالک کے مسلمانوں کو بھی ان مظالم کا پتہ چلا جو ولندیزی سامراج نے ڈھا رکھے تھے اور ان کے مشنریز نے سارے انڈونیشیا میں برپا کر رکھے تھے جس ملک کا مسلمان بھی اپنے انڈونیشی بھائیوں کی اس بپتا کو سنتا تھا درد محبت سے بے قرار ہو جاتا تھا۔ اور جو اہل درد تھے وہ تو بالکل تڑپ جاتے تھے۔

تبلیغ اسلام

چنانچہ علمائے عالم اسلام کو انڈونیشیا میں نصرانی پادریوں کے مقابلہ پر اسلامی تبلیغ اور تحفظ دین کا کام کرنے کی ضرورت کا احساس ہوا انہی علمائے ربانی میں ایک ہمارے پاکستانی عالم ربانی حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی القادری تھے۔ جن کا اب مزار مقدس مدینہ منورہ کی جنت البقیع میں ہے جو اس وقت ۱۹۱۹ء میں بزمانہ حج اور بعد از حج خانہ کعبہ کے مدرسہ میں حدیث اور تفسیر کا درس دیتے تھے۔ طلبائے انڈونیشیا کی دردبھری داستان سن کر تڑپ گئے اور حجاز سے واپسی کے بعد ۱۹۲۱ء سے انڈونیشیا پہنچ تبلیغ اسلام کا کام کرنے لگے حضرت مولانا اس صدی کی تاریخ میں عالم اسلام کی بہت بڑی شخصیت گزرے ہیں جن حضرات نے ان کی تاریخ حیات کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے انڈونیشیا، ملایا، سنگاپور، ہندو چین، فلپائن، مشرقی چین ہانگ کانگ جاپان، مشرقی اور جنوبی افریقہ، ماریشس میڈا گاسکر، ٹینگا نیکا، پرتگیزی افریقہ زنجبار، گھانا شمالی افریقہ کے ممالک برما، سیلون اور شمالی امریکہ کے متعدد علاقوں وغیرہ میں ۳۵ سال مسلسل تبلیغ اسلام کرکے ۷۵ ہزار غیر مسلموں کو مشرف بہ اسلام کیا اور جگہ جگہ اسلامی مشن مدارس مساجد اور کتب خانے قائم کیے۔ بعض بعض جگہوں سے مسلمانوں کے اخبار و رسائل بھی جاری کرائے حضرت

مولانا اس زمانہ کی الہ آباد یونیورسٹی کے بی اے، ایل ایل بی ہونے کے علاوہ نہایت بلند پایہ عالم ربانی اور صاحب کشف و کرامت اہل اللہ اور غوث پاک کے سلسلہ قادریہ عالیہ کے صاحب اجازت بزرگ تھے اور فقہ حنفیہ اور شافعیہ میں کمال رکھتے تھے۔ انگریزی اور متعدد زبانوں کے بے مثل مقرر تھے اپنے زمانہ طالب علمی میں آل انڈیا اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے صدر بھی رہ چکے تھے، چنانچہ سیلون اور جنوبی افریقہ کے مسلم مورخین اور تذکرہ نویسوں نے انہیں عدیم النظیر اور بیٹر قرار دیا ہے۔ انڈونیشیا میں وہ پھر اس کے بعد اپنے ہر جنوبی مشرقی ایشیائی دورے کے موقعہ پر برابر پہنچتے رہے اور کام کرتے رہے، ان کا یہ کام اب انڈونیشیا اور پاکستان دونوں ملکوں کے اسلامی روابط مذہبی کی تاریخ کا ایک ایسا زریں ورق بن گیا ہے جو برادران انڈونیشیا کے ساتھ اہل پاکستان کی اسلامی محبت و اخوت کی ہمیشہ یاد دلاتا رہے گا۔ حضرت مولانا کے حالات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے انڈونیشیا کی تبلیغ اسلام کے سلسلے میں عظیم خدمات انجام دی ہیں۔ سرابایا (مشرقی جاوا) کا شہر ان کی تبلیغ کا مرکز تھا جہاں انہوں نے اپنے دوسرے دورے (۲۷-۱۹۲۶ء) میں ایک بڑا اسلامی مشن بھی قائم کیا اور اسی سال العلما کی افتتاحی تقریب میں بھی شرکت کی ۱۹۲۲ء میں انڈونیشیا کے بڑے بڑے مسلم رہنما اور علما کا جو اجلاس "کانگریس الاسلام ہندیا" کے نام سے حاجی عمر سعید چوکرو آمنوتو کی صدارت میں منعقد ہوا تھا اس کے محرکین میں ایک حضرت مولانا بھی تھے جنہوں نے بعد میں سرابایا ہی کے مقام پر برصغیر ہند کے سوداگروں کی ایک دینی انجمن بھی قائم کی جو برصغیر سے آنے والے مسلم مسافروں کا انتظام کرنے کے علاوہ سیرت پاک کا جلسہ اور تبلیغ اسلام کے کاموں میں مالی معاونت کرتی تھی، ایک تاریخی روایت کے بموجب حضرت مولانا نے اس ملک میں کم و بیش پانچ ہزار نصرانیت یا اور دوسرا عقیدہ اختیار کرنے والوں کو دوبارہ اسلام میں داخل کیا اور بہت سوں کو اپنا مرید بنایا اس لیے کہ وہ ایک صاحب کرامت پیر طریقت بھی تھے۔ حنفی فقہ کا ایک مدرسہ بھی سرابایا میں اپنے قائم کردہ مشن کے تحت کھلوایا مجھے اپنی ریسرچ کے دوران میں ایک انڈونیشی اخبار "پرڈماٹیاں" میں ایک تصویر دستیاب ہوئی جو ۱۹۵۰ء کی ہے اس تصویر میں حضرت مولانا انڈونیشیا کی وزارت امور مذہبی کے عمائدین کے ہمراہ پورٹ پر کھڑے ہیں جہاں عمائدین نے اپنی وزارت کی طرف سے ان کا استقبال کیا تھا۔ یہ حضرت مولانا کا انڈونیشیا کا آخری دورہ تھا۔

بہرکیف یہ سب کچھ اسلام کے رکن حج اور عظیم اصول تبلیغ اسلام کی کارفرمائی تھی جس نے حضرت مولانا کو اور دیگر علمائے حجاز و مصر کو انڈونیشیا پہنچنے اور اسلام اور اہل اسلام کی خدمت کرنے کی ایسے وقت میں دعوت دی جب کہ اس خدمت کی وہاں اشد ضرورت تھی اس لیے کہ اہل انڈونیشیا کا انقلاب بیداری اپنے عالم مہد میں تھا اور اسلام دشمن پادری اسے کچل کر ختم کر دینا چاہتے تھے۔ اگر انڈونیشیا کے لوگ حج پر اس کثرت سے جانے کے پابند نہ ہوتے تو عالم اسلام کو بھی ان کی مصیبت کا کچھ حال معلوم نہ ہوتا اور وہاں سے کوئی ان کی خدمت کو پھر یہاں نہ پہنچ پاتا اور نصرانی پادری اپنا کام کر جاتے۔

خود انڈونیشیا کی تاریخ کے لحاظ یہ وہ دور تھا کہ جب انڈونیشیا کے عظیم رہنما ڈاکٹر سوکارنو بھی ابھی (۱۹۱۹ء میں) زیر تعلیم تھے اور باقی کے دیگر رفقا ڈاکٹر محمد حتٰی وغیرہ شخصیتیں بھی ابھی پڑھ ہی رہی تھیں کہ ۱۹۲۸ء میں انڈونیشیا کے قومی انقلاب نے عظیم سوکارنو کے تحت منزل شباب میں قدم رکھا اور ڈاکٹر سوکارنو کی عظیم قربانیوں جدوجہد اور ہوشیار قیادت سے اور ان کے ساتھیوں کے ایثار سے یہ انقلاب آگے کو بڑھتا گیا یہاں تک کہ انہوں نے ۱۹۲۸ء میں ایک آزاد ملک ایک زبان اور ایک قوم کا نعرہ لگا کر اپنی پوری قوم کو جدوجہد کی طرف رجوع کر دیا۔ سوکارنو اور ان کے ساتھیوں پر پھر اس غیر ملکی سامراج نے جو بے پناہ مظالم ڈھائے وہ بھی اس عصر کی تاریخ سیاست عالم میں اپنی کوئی مثال نہیں رکھتے بالآخر اس انقلاب نے دوسری عالمگیر جنگ کے خاتمہ پر ۱۹۴۵ء میں سوکارنو اور محمد حتٰی کی قیادت میں انڈونیشیا کے اعلان آزادی کی منزل بھی پا لی، اگرچہ جنگ عظیم ۱۹۴۲ء نے اس صدیوں کے سامراج کا انڈونیشیا سے اخراج کر دیا تھا، مگر بھاگے ہوئے سامراجی اپنے اتحادیوں کی اعانت سے کچھ عرصہ بعد یعنی انڈونیشیا کے اعلان آزادی کے کچھ ہی دنوں بعد پھر آزاد انڈونیشیا میں گھس آئے اور جمہوریہ انڈونیشیا کے خلاف انہوں نے لڑائی کا آغاز کر دیا جو ۲۸ دسمبر ۱۹۴۹ء تک اسی طرح جاری رہی۔ انڈونیشیا کی تاریخ میں یہ دور جدوجہد آزادی کا دور کہلاتا ہے۔

انڈونیشیا کی اس جدوجہد آزادی کے دور میں واپس لوٹے ہوئے سامراج نے ملک کی اکثریت پر جو اپنی آزاد جمہوریہ کے ساتھ تھی وہ مظالم ڈھائے کہ جس کی مثال دنیا کی ایک سو سال کی تاریخ میں ملنا محال ہے گویا غیر ملکی سامراج نے اپنا اگلا پچھلا سب انتقام لے لیا، تحقیقات سے مجھے پتہ چلا ہے کہ ان سیاہ قلب سامراجیوں نے انڈونیشیا کی بستی کی بستیاں غارت کر دیں۔ کھیت جلا ڈالے، مویشی مار ڈالے غرض وہ سب کچھ کیا جو انتہائی ظلم کی تعریف میں آتا ہے۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی کی جماعت کو اقرب الی الحق اور اقرب الی الاخلاص سمجھتا ہوں

ایک اہم استفسار اور اس کا جواب

(مولانا محمد یوسف صاحب بنوری، کراچی)

استفسار

مکرم و محترم استاذ الاساتذہ مولانا محمد یوسف صاحب بنوری متع اللہ المسلمین بطول بقائہٖ - السلام علیکم و رحمۃ اللہ

تقریباً عرصہ دس سال سے بیسیوں دفعہ جناب کی خدمت اقدس میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی اور بفضلہ تعالیٰ ہر حاضری باعث ازدیادِ محبت و عقیدت ہوئی لیکن بے تکلف گفتگو کی جرأت کبھی نہیں کی - اس لئے غالباً آپ مجھے پہچانتے بھی نہیں ہوں گے - میری عقیدت و محبت کا تو آپ کو کیا اندازہ ہوگا - بمقتضیٰ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اذا احب الرجل اخاہ فلیخبرہ انہ یحبہ (رواہ ابوداؤد والترمذی) اظہار کر رہا ہوں کہ مجھے آپ سے بہت محبت ہے اور تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں اضافہ فرمائے - آمین -

اس وقت آپ کی خدمت میں عریضہ ارسال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ علماء دیوبند کی دو جماعتوں میں کشمکش انتہا کو پہنچی ہوئی ہے - حالات و واقعات جو پیش آ رہے ہیں وہ تو کسی پر مخفی نہیں - مرکزی جمعیۃ کی طرف سے جناب کی تحریرات کو کچھ اس انداز میں پیش کیا جاتا ہے جیسا کہ آپ بالکل ان کے ساتھ ہیں اور دوسری جمعیت سے آپ کو بہت شکایت ہے - ابھی ابھی ایک کتاب "علماء اسلام کو دعوتِ فکر" مشرقی پاکستان سے شائع ہوئی ہے اس میں خاص طور پر آپ کی شخصیت کو اپنا ہم خیال ظاہر کیا گیا ہے - میں تفصیلات میں پڑے بغیر دست بستہ عرض گزار ہوں کہ آپ اپنی اجمالی رائے تحریر فرما دیں کہ آپ کے نزدیک دونوں جماعتوں میں سے ارجح و اولیٰ بالحق کون سی جماعت ہے - کچھ تفصیل فرما دیں گے تو تبرع ہوگا - یہ بات اپنے اطمینان کے لئے پوچھ رہا ہوں - آپ کی اجازت کے بغیر اس تحریر کو کسی رسالہ یا اخبار میں شائع نہیں کروں گا - مگر گزارش ہے کہ جواب واضح تحریر فرما کر ممنون فرما دیں - فقط والسلام

عبدالمجید خادم طلبہ
دارالعلوم عیدگاہ کبیروالا ضلع ملتان
۸ ربیع الاول سنہ ۹۰ھ جمعۃ المبارک ۱۵ مئی سنہ ء

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گرامی مفاخر برادر محترم - وفقکم اللہ للخیر وزادکم توفیقاً الی کل خیر -

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

نامہ اخلاص نے ممنون کیا - جزاکم اللہ خیرا - بینات میں جو کچھ لکھ چکا ہوں - وہ میری معتدل رائے کے اظہار اور میرے خیالات کے سمجھنے کے لئے کافی ہے - لیکن آپ کے سوال پر جواباً عرض ہے کہ جمعیۃ علماء اسلام کے افراد اور سربراہ یعنی مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی، مفتی محمود صاحب اور مولانا درخواستی صاحب یہ سب حضرات اخلاص میں ممتاز اور بے نظیر ہیں - البتہ ان کے بعض کارکن ایسے ہیں جو تنقید سے بالاتر نہیں - بلکہ ان کی بعض تحریرات اور تقریرات ان کے لئے بدنامی کا باعث ہیں - دوسری جدید جمعیۃ کے بعض افراد اخلاص سے تہی دامن ہیں - اور اس وقت جو غلو اور مبالغہ آمیز بیانات شائع کر رہے ہیں - سابقہ حضرات کو ان سے بری سمجھتا ہوں اور کوئی بعید نہیں کہ اس کا منشا مخصوص اغراض ہوں اور پس پردہ مخصوص عصبیت کارفرما ہو یا کسی خارجی تدبیر سے متاثر ہوں - بہرحال ان دونوں جماعتوں میں مولانا درخواستی صاحب کی جماعت کو اقرب الی الحق اور اقرب الی الاخلاص سمجھتا ہوں - واللہ اعلم احوال عبادہ -

(محمد یوسف بنوری)

عبدالمجید مدرس دارالعلوم عیدگاہ کبیروالا ضلع ملتان -

کرمفرمائے بندہ حضرت فضیلت مآب شیخ بنوری دامت برکاتہم - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ - جواب با صواب موصول ہو کر باعث تسکین خاطر ہوا اشاعت اور عدم اشاعت کے متعلق جناب کی رائے گرامی معلوم نہ ہو سکی - اگر اس ہدایت نامہ کو ترجمان اسلام میں یا کسی اور رسالہ میں شائع کر دیا جائے تو بہت سے متردین کے لئے باعث طمانیت ہوگا ورنہ جناب کی ذات گرامی کے متعلق جو غلط تاثر دیا جا رہا ہے، وہ تو ضرور ہی ختم ہو جائے گا - حقیقت یہ ہے کہ کل پاکستان جمعیت علماء اسلام ایک مظلوم جماعت ہے - اپنوں کے ہاتھوں اس کو جتنی زک پہنچی ہے - باطل اپنی پوری قوت صرف کر کے بھی نہیں پہنچا سکتا تھا - بقدر طاقت ہم سب پر اعانت ضروری ہے - آپ کی یہ تحریر توقع سے زائد تقویت کا ذریعہ بنے گی - کوئی مصلحت مانع نہ ہو تو اشاعت کی اجازت عنایت فرما کر پوری جماعت پر احسان فرمائیں۔

دعاجو
عبدالمجید لدھیانوی ۲۰ ربیع سنہ ۹۰ھ

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

جہاد بالایمان

عظمت، جھنگ

اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ـــــــ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔

تم ہی برتر رہوگے ــــ بشرطیکہ ــ تم ایمان کے ہتھیاروں سے مسلح ہو۔

★

ماضی قریب میں کشمیر کی تحریک آزادی شدت اختیار کر رہی تھی۔ اور ہمارے علمائے کرام جہاد کے فتوے دے رہے تھے

عوام جہاد کے فتوے سن رہے تھے اور کسی آنے والے وقت کے لئے اپنے آپ کو تیار کر رہے تھے۔

بالآخر ۶ر ستمبر ۱۹۶۵ء کو جہاد کا دروازہ کھل گیا اور پوری قوم نے نعرۂ تکبیر بلند کر دیا۔

جہاد کا فتوے کیا چیز ہے اور نعرۂ تکبیر کس چیز کا نام ــــ؟

جہاد کا فتوے اور نعرۂ تکبیر وہ ایسے تباہ کن ہتھیار ہیں جنہیں نہ آتشیں اسلحہ سے تشبیہ دی جا سکتی ہے اور نہ ایٹمی ہتھیاروں سے۔

اس لئے کہ یہ سارے ہتھیار زمینی ہتھیار ہیں اور وہ دونوں آسمانی ہتھیار۔

ان ہتھیاروں کو خاک کے ذرات وجود میں لاتے ہیں مگر اُن دونوں کو نورِ ایمان کی کرنیں تشکیل کرتی ہیں

ان ہتھیاروں سے مٹی اور فولاد کے قلعے مسمار کئے جاتے ہیں اور ان ہتھیاروں سے دلوں کے قلعے مسخر ہوتے ہیں۔

بہر حال جہاد کے فتووں نے ہمیں جگایا اور نعرۂ تکبیر نے ہمیں میدان میں پہنچا دیا۔

دشمن کا ہر قسم کے ہتھیاروں سے بھرپور ٹڈی دل ہم پر ٹوٹ پڑا اور ہم خالی ہاتھ اس سے ٹکرا گئے۔

دشمن سے خالی ہاتھ ٹکرا جانا دلیل تھی اس بات کی کہ ہم ہتھیاروں پر یقین نہیں رکھتے تھے بلکہ اللہ تعالےٰ کی قدرت پر بھروسہ رکھتے تھے

ہماری نگاہیں اسباب کے پردوں میں الجھ کر نہیں رہ گئی تھیں بلکہ اُن سے گذر کر براہِ راست اسباب کے مالک، خالق اور متصرّف کو دیکھ رہی تھیں۔

ہمارا مطمحِ نظر زمین کی فانی جنّت نہیں تھا۔ بلکہ آسمان کی سرمدی جنت تھا۔ جس کی بہاروں میں کبھی خزاں نہیں اور جس کے پھولوں میں کبھی افسردگی نہیں۔

فائر بندی کے چند روز بعد بھائی سجّاد میدانِ جنگ سے دو دن کی چھٹی لے کر آئے تھے تو انہوں نے سنایا کہ ہماری برابر میں جس مجاہد کا مورچہ تھا:

"وہ کلمہ زیادہ پڑھتا تھا اور گولیاں کم چلاتا تھا"

میرے بھائی کے اس فقرے نے میرے سامنے بدر سے لے کر کشمیر تک کے تمام اسلامی معرکوں کی تاریخ پیش کر دی اور اب میں اس قابل ہوں کہ چودہ سو سال کی نہیں بلکہ چودہ ہزار سال کی تاریخ لکھ دوں اور قیامت تک کے لئے مسلمانوں کی فتح و شکست کے اسباب کا جائزہ پیش کر دوں۔

سچ ہے کہ جب تک مسلم سپاہ نے کلمہ زیادہ پڑھا اور تلوار کم چلائی اس وقت تک اسلامی فتوحات کا سیلِ رواں بڑھتا ہی چلا گیا۔ لیکن جب سے اس نے کلمہ کم اور تلوار زیادہ کا نظریہ اختیار کیا اسی وقت سے وہ میدانِ کارزار میں بھی پسپا ہونے لگا ــــ اور میدانِ زیست میں بھی۔

اور اب پھر جب کبھی اور جہاں کہیں وہ کلمہ زیادہ گولی کم کا کردار پیش کرے گا خدا کی قسم وہ پھر فروغ بر فروغ اور وسعت در وسعت ہی پانا شروع کر دے گا۔ اور نہ اُسے میدانِ حرب میں ٹینکوں کی یلغار شکست دے سکے گی اور نہ میدانِ زیست میں ڈالروں کی جھنکار۔

۶ر ستمبر کی جنگ میں ہماری سپاہ نے کمبل اور راشن مانگا تو ہم نے حسبِ طاقت انہیں سب کچھ پہنچایا لیکن جب اس نے ہم سے اصل چیز مانگی تو ہم نے اتنی تعداد میں پہنچائی کہ اپنے مجاہدین سے "بس" کروا دی۔

یہاں تک کہ ہمارے ایک روزنامہ کو چند ہی دن کے بعد اس بات کا اعلان کرنا پڑا کہ "اب بس کرو دفتر کے تمام کمرے حمائلوں کے فاضل اسٹاک سے بھرپور اور میدان کے مورچے کلامِ پاک کے آبِ حیات سے سیراب ہو چکے ہیں۔

اب آپ خود ہی فیصلہ کر لیجئے کہ جو سپاہی میدان جنگ میں کمبل کے ساتھ اللہ کی کتاب بھی مانگتا ہے اور جب گولی چلاتا ہے تو گولی کی تعداد سے زیادہ کلمہ پڑھتا ہے تو وہ سپاہی مادی ہتھیاروں کے ساتھ جنگ کر رہا ہے یا روحانی ہتھیاروں کے ساتھ۔

اور جو قوم مورچوں میں بسکٹ پیکٹوں سے زیادہ کتاب اللہ کے نسخے پہنچاتی ہے وہ قوم بھی زمین حاصل کرنے کے لئے جہاد کر رہی ہے یا آسمان حاصل کرنے کے لئے۔

اس پر بھی اگر پاکستان کا کوئی فردِ بشر اس بات کا پروپگنڈا کرے کہ ۶ر ستمبر کی جنگ اسلحہ اور تدابیر سے لڑی گئی ہے تو وہ یا تو قوتِ ایمانی سے سراسر خالی ہے یا پھر افسوسناک حد تک اس سے غافل ــ اس لئے کہ قرآن کریم کا ناطق فیصلہ ہے کہ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۵

۵- اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۵ تم ہی غلبہ حاصل کرتے رہوگے اگر تم ایمان کے ہتھیار استعمال کرتے رہے۔

تحریک آزادی کے چند جلیل القدر رہنما

(عبدالرحمن لدھیانوی شیخوپورہ)

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۸ء میں نانوتہ میں پیدا ہوئے جہاں آپ کی ننھیال تھی۔ آپ کی طبیعت عالمانہ رنگ کی نہ تھی امیر شہید حضرت سید احمدؒ سے ملتی تھی اس لیے وہ سید صاحب کا نمونہ تھے۔ نوجوان امداد اللہ درجہ وسطی کی کتابیں پڑھ رہا تھا کہ حضرت مولانا نصیر الدین صاحب دہلوی کے جہادی قافلہ نے اپنا کوچ شروع کر دیا ۳ ذی الحجہ ۱۲۵۰ھ ۱۲ اپریل ۱۸۳۵ء حضرت استاذ کے اس سفر نے دل و دماغ پہ ایسا اثر کیا کہ کتابوں کی ورق گردانی گراں معلوم ہونے لگی البتہ حساس فطرت نے حضرت استاذ کے پاک اور مقدس جذبات سے جو سبق لیا تھا وہ عمر بھر فراموش نہ ہوا۔

حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ اپنی مشہور تصنیف تمہید میں فرماتے ہیں امیر جماعت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب جو ۱۲۶۰ھ میں وطن سے روانہ ہوئے تھے ۱۲۶۱ھ میں مکہ معظمہ پہنچے حضرت مولانا شاہ اسحٰق صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے تحریک کا لائحہ عمل اور پروگرام معلوم کیا پھر ۱۲۶۲ھ میں ہندوستان واپس آئے وہ لوگ جو اس سلسلہ سے وابستہ تھے انہوں نے حضرت حاجی صاحب کو اپنے تعلقات کا مرکز بنا لیا اکابر اہل علم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری اور ان کے علاوہ علمائے دیو بند کی ایک بڑی جماعت آپ کے گرد جمع ہو گئی۔

پس یہ جماعت جو شاہ ولی اللہ کی جماعت کہلانے کی صحیح طور پر مستحق تھی۔ جیسے ہی رمضان شریف کے آخر میں اس کو دہلی کے انقلاب کی خبر دی گئی تو غور و خوض کا ایک اہم موضوع اس کے سامنے آیا جس کے لیے ہنگامی اجلاس ضروری تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم کو نانوتہ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہ سے حضرت مولانا محمد یعقوبؒ ان دنوں بہاولپور تھے ان کو طلب کیا گیا۔

تنظیم نو یا تشکیل حکومت

یہ مرد ان احرار سالہا سال سے حریت کاملہ اور مکمل آزادی کی تمنائیں دلوں میں لیے ہوئے تھے ان کے لیے یہ بات نہایت ہی تکلیف دہ اور افسوس ناک تھی کہ ایسے وقت جب کہ فضا اس قدر ہموار اور ماحول اتنا سازگار ہو وہ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے خاموش بیٹھے رہیں یہ بہر حال پہلے ہی اجتماع میں اتنا کام تو کر لیا گیا کہ وہ جماعتی نظم جو اب تک ایک اصلاحی یا سیاسی پارٹی کی حیثیت رکھتا تھا اب اس کو نظام حکومت کی شکل دے دی گئی۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب امیر اور مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور مولانا رشید احمد صاحبؒ حافظ ضامن صاحب اور مولانا محمد منیر صاحب جیسے زعماء اور اکابر کو فوج حفاظت فصل خصومات اور عدل و قانون کے شعبے سپرد کیے گئے اور اس موقع پہ یہ بھی ضروری سمجھا گیا کہ خود بادشاہ کو بھی ضبط و نظم قائم کرنے اور اس جیسے نظام میں داخل ہونے کا مشورہ دیا جائے۔ چنانچہ نواب شبیر علی مراد آبادی کو جو بادشاہ کے منہ چڑھے اور بے تکلف مصاحب تھے اس مقصد کے لیے دہلی بھیجا گیا۔

بہر حال مقامی یا علاقائی حیثیت میں آئین اور دستور کے مطابق حکومت کا ایک نظام زیر قیادت حاجی امداد اللہ صاحب رمضان شریف کے فوراً بعد مئی کے آخر یا اوائل جون میں تھانہ بھون میں قائم ہو گیا حضرت مولانا گنگوہیؒ وغیرہ پر برطانوی حکومت نے فساد کا الزام لگایا اور ان بزرگوں نے اس سے انکار کر دیا ان کا انکار بالکل صحیح تھا کیونکہ انہوں نے فساد میں قطعاً حصہ نہیں لیا تھا۔ البتہ فساد کی صورت ختم ہونے کے بعد جہاد میں ضرور بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔

جنرل بخت خاں نے صرف فوجوں ہی کو منظم نہیں کیا بلکہ ضبط و نظم کو اس معیار پہ لانے کی کوشش کی جو اسلامی تعلیم کے لحاظ سے ضروری ہے

جامعہ مسجد دہلی میں علمائے کرام کا اجتماع ہوا۔ علمائے کرام اور رہنمایان ملت نے غور و خوض کے بعد جہاد کا فتوی صادر کر دیا اب ممکن ہو گیا کہ اس علاقہ کے امیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب اقدام کا فیصلہ صادر کریں۔

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ حاجی امداد اللہ صاحب کی زیارت سے مشرف اور فیضیاب ہوئے ہیں آپ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے خلیفہ مجاز ہیں ایک نازدان خادم کی حیثیت سے عرصہ تک ان کی خدمت میں باریاب رہے اور حضرت مولانا محمود الحسن (شیخ الہند) جو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے محبوب شاگرد ہیں۔ اپنی مجاہدانہ فطرت کی وجہ سے جہادی کاروبار کے امین و معتمد اور واقف اسرار تھے۔

مولانا حسین احمد نے حضرت شیخ الہند کی آغوش شفقت میں تربیت پائی اور پھر ایک فدا کار کی حیثیت سے سفر و حضر۔ انتہا یہ کہ قید و بند میں بھی عرصہ دراز تک ہمدم و ہمراز رہے۔

لہذا ۱۸۵۷ء کے اس معرکہ کے متعلق حضرت مولانا حسین احمد صاحب کا بیان چشم دید شہادت کی حیثیت رکھتا ہے۔

مشاورتی اجتماع میں گفتگو ہونے کے بعد پھر جہاد کی تیاری شروع ہو گئی اور اعلان کر دیا گیا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کو امیر مقرر کیا گیا اور حضرت مولانا نانوتوی کو سپہ سالار افواج قرار دیا گیا اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کو قاضی بنا دیا گیا اور مولانا محمد منیر صاحب نانوتوی اور حضرت حافظ ضامن صاحب کو میمنہ اور میسرہ کے افسر مقرر کیے گئے کیونکہ اطراف و جوانب میں مذکورہ بالا حضرات کے تقویٰ، علم و تصرف اور تشریح کا بہت زیادہ شہرہ تھا ان حضرات کے اخلاص و للہیت سے لوگ بہت زیادہ متاثر تھے۔ اس لیے بہت تھوڑی مدت میں جوق در جوق لوگوں کا اجتماع ہونے لگا۔ اس وقت ہتھیاروں پہ پابندی نہ تھی۔ عموماً لوگوں کے پاس ہتھیار تھے

جس کو رکھنا اور سیکھنا مسلمان ضروری سمجھتے تھے مگر ہتھیار پرانی قسم کے تھے۔ مجاہدین ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو گئے اور تھانہ بھون اور اطراف میں حکومت قائم کر لی گئی اور انگریزوں کے ماتحت جو حکام تھے ان کو نکال دیا گیا حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح کو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے تیس یا چالیس مجاہدین پر افسر مقرر کر دیا تھا۔ ایک ہنگامہ میں حافظ محمد ضامن صاحب رح شہید ہو گئے (علمائے ہند کا شاندار ماضی جلد چہارم از مولانا سید میاں صاحب)

مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی صاحب رح لاہوری نے فرمایا کہ انگریزی اقتدار کے خلاف سب سے پہلے ہمارے اکابر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے جہاد شروع کیا۔ ان کے بعد ان کے جانشین حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیو بندی شیخ الہند نے جہاد جاری رکھا اور پانچ سال تک مالٹا میں نظر بند رہے۔ اُن کے بعد ان کے شاگرد رشید حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رح نے ساری عمر کفر کے اقتدار کے خلاف جہاد میں گزاری۔ الحمدللہ تعالیٰ کہ ان کی خدمت اور اطاعت کا شرف مجھے بھی حاصل رہا حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لودھیانوی۔ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رح مفتی اعظم ہند مولانا کفایت اللہ صاحب وغیرہ حضرات حق گوئی کا فریضہ انجام دیتے رہے وہ کفر کی حکومت تھی اب مسلمانوں کی حکومت ہے وہ دشمن تھے یہ ہمارے بھائی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم ہے صوفیاء اور علماء ان کو گناہ کی بات اور حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے اس لیے بھائی ہو کر بھی ہمارا فرض ہے کہ ان کو حق سے آگاہ کریں تاکہ قیامت کے دن ہم پکڑے نہ جائیں۔ ہم ان کی مخالفت نہیں کرتے مگر ان کی رہنمائی کرنا ہمارا فرض ہے

شیخ حسام الدین صاحب لکھتے ہیں کہ انگریز نے دنیائے اسلام کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اور اہل اسلام کی ترقی میں ہمیشہ کانٹے بچھائے ہیں۔ اسی بات کو محسوس کرتے ہوئے انگریز کی غلامی کے دور میں ۱۸۵۷ء سے قربانیاں دینے کا تانتا بندھ گیا اور اس راہ میں بڑے بڑے جید عالم بھی کام آئے جس کی آخری کڑی مولانا محمود حسن صاحب رح اسیر مالٹا جیل تھے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری ۱۹۱۴ء میں ایک واعظ کی حیثیت سے سامنے آئے۔ جس کوچہ کی مسجد کے امام ہوئے امرتسر میں اس کوچہ کا نام بھی کوچہ جیل خانہ تھا۔ شاہ جی نے اس زمانے سے قوم و ملک کی خدمت شروع کی اور پوری زندگی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے مگر ان کے پائے استقامت میں کبھی لغزش نہیں آئی سید عطاء اللہ شاہ بخاری اس چالیس پچاس سالہ تاریخی دور کی یادگار تھے جس میں انگریز کی حکومت کے خلاف ٹکر لی جاتی رہی شاہ جی وطن و ملت کی خدمت کی راہ میں بڑے جری اور پاکباز سپہ سالار تھے جنہوں نے بڑے خلوص کے ساتھ خدمت کی اور قربانیاں دیں۔

مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی صاحب فرنگی حکومت کی طرف سے دہلی سے نظر بند ہو کر لاہور تشریف لائے تھے۔ اور آپ نے لاہور شہر کو نور توحید سے روشن کرنے کا فیصلہ نہایت بے سرو سامانی کے عالم میں کیا اور مرتے دم تک اپنے اس جہاد کو جاری رکھنے کی توفیق بارگاہ خداوندی سے انہیں میسر رہی علامہ مشرقی کی تحریک سے عسکری پہلو کے لحاظ سے آپ معترف تھے بلکہ ایک مدت تک قاضئے عدالت کے عہدہ پر فائز رہے جب ۱۹۴۰ء میں سکندر حیات کی حکومت نے خاکسار مجاہدین پر فائرنگ کی تو آپ حکومت کی مذمت فرماتے رہے اور اس سلسلہ میں قید و بند تک نوبت پہنچی۔

اس طرح اور بہت سے علماء نے بھی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں یہ ان ہی حضرات کا صدقہ تھا کہ ہمیں پاکستان کا ملک نصیب ہوا اور اب ہمارا فرض ہے کہ جس مقصد کے لیے بے شمار جانی اور مالی قربانیوں کے بدلہ میں یہ ملک ہمیں ملا تھا اس میں اسلامی قانون نافذ کیا جائے ۲۳ سال کا عرصہ گزر گیا ہے مگر ابھی تک ہمیں یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی خدا کرے کہ اب اس الیکشن کے بعد اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی قانون کے نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بقیہ: ایک اہم استفسار...

جواب

محترم گرامی قدر! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ
"جی ہاں، بہت اچھا۔ آپ شائع کر سکتے ہیں۔

والسلام
محمد یوسف بنوری عفی عنہ
(ترجمان اسلام - ۲۶ر جون ۱۹۷۰ء)

بقیہ: احادیث الرسولؐ

حکومت سرمایہ داروں سے خود زکوٰۃ وصول کرے اور جو انکار کریں ان کے خلاف حضرت صدیق اکبرؓ کی طرح اعلان جہاد کرے اور پھر اللہ کے حکم کے مطابق ملک کے غریبوں میں تقسیم کرے پھر دیکھئے کہ زکوٰۃ کس طرح اسلام کا خزانہ بنتی ہے

جنت کے داخلہ کے لئے

قیامت کے دن سب سے پہلے کون لوگ بلائے جائیں گے؟

خلیفہ مجاز حضرت شیخ التفسیر رح مولانا عبدالعزیز جالندھری قادری دامت برکاتہم خطیب مسجد نور ساہیوال

مرتبہ :- محمد عثمان غنی صاحب :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۵ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَنْ یُّدْعٰی اِلَی الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ الَّذِیْنَ یَحْمَدُوْنَ اللّٰہَ فِی السَّرَّآءِ (رَوَاہُ الْبَیْہَقِیْ۔ مشکوٰۃ ص۲۰۱ اصح المطابع کراچی)

تمہید

میرے دوستو! میرے بھائیو! میرے بزرگو! میں نے آپ کی خدمت میں جو حدیث پیش کی ہے یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے وہ لوگ، وہ جماعتیں جنت میں داخل ہوں گی جو اللہ کی خوشی اور غمی میں تعریف بیان کرنے وال ہیں۔

پتہ ہے میرا اور آپ کا لقب کیا ہے؟ جب تک انسان اپنے مرتبے کو، مقام کو نہ پہچانے اتنی مدت تک یہ کوئی کام نہیں کر سکتا۔ آپ سرکاری ملازم ہیں یا دوکاندار یا کسی فرم کے مالک ہیں۔ جب تک آپ اپنے آپ کو نہ پہچانیں کہ میرا یہ مقام ہے، میرا یہ منصب ہے، میرا یہ کام ہے، آپ وہ کام نہیں کر سکتے۔ یہ قاعدے کی بات ہے جو ذمہ داری ہوتی ہے اپنے مرتبے کو پہچانتا ہے، اپنے مقام کو پہچانتا ہے۔

ایک پروفیسر کا اعترافِ حقیقت

پرسوں ہی کا واقعہ ہے ایک نوجوان آئے اور انہیں میں نے کہا "بھائی آپ تو پروفیسر ہیں۔ میں تو ایک حرف بھی نہیں جانتا ہوں"۔ اس نے کہا "خدا جانے میں پروفیسر ہوں یا نہیں ہوں۔ اگر ہوں گا تو میں اپنے کالج کے اندر ہوں گا۔ یہاں تو میں آپ کا غلام اور خادم ہوں"۔ وہ سمجھ گیا اس بات کو، اپنے مقام کو، اپنے منصب کو۔ اگر آج ہم بھی سمجھ لیں تو انشاء اللہ ہم کامیاب ہیں۔ دنیا میں بھی کامیاب، برزخ میں بھی کامیاب عالم محشر میں بھی کامیاب، انشاء اللہ کامیابی، اور یقیناً کامیابی ہے۔

ہمارا لقب ہے حمّادون

پتہ ہے سرکارِ دو عالم، حضور پُرنور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کیا لقب دیا ہے؟ حَمَّادُوْن۔ حمّادون کے معنی سمجھتے ہیں؟ بہت اللہ کی تعریف کرنے والے۔ اس اُمتِ محمدیہ کا لقب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم حمّادون ہو، یعنی خدا کی تعریف بیان کرنے والے ہو۔ خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک جلّ و علیٰ آپ کو مجھ کو حمّادون کی صف سے بنا دے۔

کلمہ الحمد للہ ربّ العالمین کی شان

تمام قسم کی ترقیاں، روحانی، جسمانی ظاہری، باطنی، ساری کی ساری اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط کے کلمے کے اندر ہیں لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ (سورۃ ابراہیم آیت ۷) اگر تم میری نعمتوں کا شکر کروگے تو ہم ان نعمتوں کو بڑھائیں گے۔ جس مقام پر بھی آپ بیٹھے ہیں کام کر رہے ہیں، پڑھتے جائیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ط یقیناً کامیاب ہوں گے۔ سچی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل اور کرم اور بزرگانِ دین کی دعائیں اور ٹوٹے پھوٹے زبان سے یہ لفظ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے نکلتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے دروازے پر جھکایا ہوا ہے ورنہ کوئی خوبی، کوئی بات نہیں ہے۔ میں تو کسی وقت اکیلا بیٹھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ پروردگار عالم جلّ و علیٰ کے انعامات، احسانات کرامات اتنے ہیں کہ قیامت تک بھی اگر اللہ رب العزت میرے ہر بال کو سو سو زبانیں عطا فرمائے، قیامت تک اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حَمْدًا کَثِیْرًا مُّبَارَکًا فِیْہِ ط کہتے رہیں، قیامت تک شکریہ ادا کرتے رہیں تو میں تو بھائی اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ ممکن ہے آپ کر لیں۔ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا ط (سورت ابراہیم آیت ۳۴)

خداوندِ عالم پہ قربان ہیں
کرم جس کے لاکھوں ہیں ہر آن ہیں

ایک ایک سیکنڈ کے اندر مالک الملک کی بے انتہا مہربانیاں برستی ہیں۔ میرے اوپر نہیں، ہر انسان کے اوپر ہیں بلامعاوضہ بلا محنت، بلا مشقت، بلا ریا حضرت اللہ تعالیٰ سب کو عطا فرما رہے ہیں۔

لفظ "میرا" سے اجتناب کی تلقین

یہ ناز کرنا غلط ہے اور یہ کہنا غلط ہے میرا مکان، میری کوٹھی، میرا بنگلہ، میری چیز، فلاں چیز، فلاں چیز، سب کچھ۔ ایک سیکنڈ کے اندر دماغی تار کھینچ لے۔ کچھ بھی نہیں۔ تمام دنیا کی ڈگریاں اس کے پاس حاصل ہوں بس دماغ کے اندر توازن نہ رہے۔ قصہ ختم۔ اللہ تعالیٰ کی کتنی نعمتیں ہیں سبحان اللہ! سب پڑھئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ عَلٰی کُلِّ حَالٍ ط۔

تین نعمتوں کا سوال

اب میں آپ کو سناتا ہوں اَلْحَمْدُ شریف کی سورت۔ حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب نے بھی اپنے درس کے اندر اشارہ فرمایا تھا کہ بعض سورتوں

کے شروع میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ط فرمایا۔ بعض کے درمیان میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ط فرمایا اور میں نے تتبع اور تلاش کیا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث کا، جہاں تک میرے مطالعے کی وسعت ہے۔ اس سے بھی زیادہ فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ۝ (یوسف ۷۶) قرآن میں تو تقریباً پچاس کے قریب یہ لفظ موجود ہیں اکثر مقامات کے اندر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط آیا ہے (فاتحہ ۱) بعض جگہ آتا ہے لِلّٰہِ الْحَمْدُ (جاثیہ ۳۶) بعض جگہ آیا ہے لَہُ الْحَمْدُ ط (الروم ۱۸) بعض جگہ صرف آیا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ط (عنکبوت ۶۳) اپنے اپنے مقام کے اندر یہ لفظ جو ہیں اپنی خوبیوں کے ساتھ ہیں جیسا کہ حضرت مولانا نے بیان فرمایا ہے تمام دنیا سر دھن دھن کر مر جائے ف کی جگہ واؤ اور واؤ کی جگہ ف کیوں آجائے جو واؤ کا مطلب ہے وہ ف کا نہیں ہے جو ف کا مقام ہے وہ واؤ کا نہیں ہے۔ محض اس پر نہیں، اللہ تعالیٰ نے یہاں تک قرآن مجید کی حفاظت کرائی ہے کہ سبع قرأت، عشرہ قرأت اور قاری اس طرح پڑھتے ہیں۔ کہ میں اور آپ نہیں پڑھ سکتے۔ قرآن مجید بہت بڑی نعمت، بہت بڑی دولت بہت بڑا خزانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو اس نعمت کی قدر دانی نصیب فرمائیں۔ جن لوگوں کو قرآن مجید کی قدر ہے وہ یا تو دنیا سے غائب ہو چکے ہیں یا ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قدر دانی نصیب فرمائے۔ ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے جنہوں نے اپنی ساری زندگی قرآن مجید کی خدمت کے اندر گزار دی۔ تین نعمتیں ہیں بہت بڑی بھاری۔ نعمتیں تو خدا کی بے شمار ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق رضؓ فرماتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے خصوصیت سے تمام دنیا کے انسانوں سے عموماً ان تین نعمتوں کا سوال کریں گے لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ (التکاثر ۸) کی تفسیر میں لکھا ہے۔ وہ تین نعمتیں کون سی ہیں؟ (۱) کتاب اللہ (۲) کعبۃ اللہ (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تین نعمتوں کے متعلق پروردگار عالم پوچھ لیں گے۔ اس قرآن مجید کی کیا قدر کی؟ کعبۃ اللہ کی کیا تعظیم کی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو، شان کو، ذات کو کیا پہچانا اور کیا قدر کی؟ ——— یہ تین نعمتیں قیامت کے دن پوچھی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ کو قرآن کریم کی قدر دانی نصیب فرمائے، کعبۃ اللہ کی قدر دانی نصیب فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان، عظمت اور بزرگی کو بھی پہچاننے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ : خطبہ صدارت

برسائی جا رہی ہے اور مسلمان قوم کو دو متحارب گروہوں میں تقسیم کر کے باہم لڑانے کا سامان کیا جا رہا ہے۔ پاکستان میں بھی یہ کھیل کھیلنے کی تیاری ہو رہی ہے ان حالات میں نہایت تدبر کے ساتھ ایک متوازی راہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ جمعیت علماء اسلام نے اپنے منشور اور پروگرام کے ذریعہ اس راہ کی نشان دہی کر دی ہے اور وہ کوشش کر رہی ہے کہ قوم کسی نئی باہمی آویزش کا شکار نہ بن جائے اور کفر و اسلام کے نام سے کسی ہلاکت خیز تصادم میں مبتلا نہ ہو جائے۔ جس سے اس کے دشمنوں کو اس پہ غالب آنے اور غالب رہنے کا آسان ذریعہ ہاتھ آ سکتا ہے۔

جمعیت علماء اسلام چاہتی ہے کہ مسلمان عوام جلد سے جلد اسلامی نظام کی برکتوں سے بہرہ ور ہونے لگیں۔ اس کانفرنس کے انعقاد کا بھی یہی مقصود ہے۔

آئیے ہم سب اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ قوم کو اس آزمائش کی گھڑی میں صحیح فیصلہ کی توفیق عطا فرمائے۔ دشمنوں کی سازشوں اور ناپاک حملوں سے اس کی حفاظت کرے اور سامراجی عزائم کو ناکام بنا دے پاکستان میں خالص اسلام کا نظام نافذ ہو۔ یہاں سے سامراج کی تمام لعنتیں ختم ہوں۔ یہاں کے غریب عوام، کسان، مزدور، طالب علم اور اہل علم، اہل قلم سب ہی بہتر خوشحال اور برادرانہ زندگی بسر کرنے کے قابل بن جائیں۔ اور امیر و غریب کی جنگ اسلامی روشنی کے اندر خود بخود ختم ہو جائے پاکستان کے عالم اسلام کے ساتھ گہرے رشتے استوار ہو جائیں اور دنیا بھر کے مسلمان ایک بار پھر ایک عظیم، متحد، مستحکم اور غالب قوم بن کر دنیا کی امامت کر سکیں۔

آمین ! یا رب العالمین !!

بقیہ : سوکارنو کی جائیداد

تھے جو حکومت کی ملکیت ہیں اور صدارتی قیامگاہ میں موجود ہیں۔ سوکارنو کی دوسری اہلیہ مادام ہرتنی نے بتایا کہ سوکارنو کے ترکے میں یہی ایک مکان ہے جس میں اپنے بچوں سمیت رہتی ہوں۔ سوکارنو کی آخری بیوی رتنا سری دیوی نے جو جاپانی نژاد ہیں بتایا کہ میرے مرحوم شوہر کا ورثہ صرف دو سو خطوط پر مشتمل ہے جو انہوں نے شادی سے پہلے مجھے لکھے میرے لئے یہ خط ہی کافی ہیں۔ اب وہ ان خطوط کی مدد سے سوکارنو کے بارے میں کتاب لکھنے والی ہیں۔

یہ خبر ان لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے جو مادی وسائل کا سہارا لے کر اور سامراجی طاقتوں سے خفیہ امداد حاصل کر کے عیش و عشرت کی زندگی گذار رہے ہیں اور سوکارنو کو کافر ثابت کرنے کی سعی مذموم کرتے رہتے ہیں۔ اگر ان میں خدا کے خوف کا کچھ بھی ذرّہ موجود ہے تو درسِ عبرت

تلاشِ گمشدہ

میرا لڑکا مسمی حافظ محمد ارشد عمر بارہ سال رنگ گندمی قد چھوٹا، ابتدائی عربی کتب مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں پڑھتا تھا۔ دو ماہ سے بھاگ گیا ہے۔ اگر کسی مدرسہ میں ہو تو مہتمم صاحب جو بھی دیکھے مندرجہ ذیل پتہ پہ اطلاع دیں یا پہنچا دیں خرچہ دے دیا جائے گا۔

حافظ رحمت علی مدرس درجہ حفظ مدرسہ عربیہ اسلامیہ بوریوالہ ضلع ساہیوال۔

دعائے صحت

حضرت مولانا نور محمد صاحب امیر جمعیت علمائے اسلام نواب شاہ عرصہ سے بیمار ہیں۔ احباب سے صحت کے لئے دعا کی اپیل کی جاتی ہے (مولوی قائم الدین)

درس قرآن کریم

مورخہ ۵ جولائی بروز اتوار دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت بیرون دہلی دروازہ نزد شاہ محمد غوث میں امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری درس قرآن دیں گے۔ یاد رہے کہ آپ ہر انگریزی ماہ کی پہلی اتوار کو دفتر ہذا میں باقاعدگی سے درس قرآن دیتے ہیں۔ درس ٹھیک ۹ بجے صبح شروع ہو جاتا ہے۔ جملہ مسلمانوں سے شرکت کی اپیل ہے۔

بقیہ: خطبۂ استقبالیہ

آواز پر کان دھرے جاتے اور سرمایہ داری و سامراج کی لعنت سے چھٹکارا حاصل کر کے یہاں صحیح اسلامی قانون و نظام نافذ کر دیا جاتا — چنانچہ جمعیۃ علماء اسلام نے خطرات کے نمودار ہوتے ہی اس طرف بھی توجہ دلائی لیکن افسوس کہ اس موقع پر بھی سامراجیت و سرمایہ داریت کے حامی عناصر نے اصلاح احوال کی بجائے اسلام کے نام کی آڑ لے کر ان مفادات کے تحفظ کی دوڑ دھوپ شروع کر دی اور پاکستان کے مسلمان عوام کے درمیان تصادم کے راستے ہموار کرنے لگے۔

حضرات! آج قوم تصادم کے اس بحران کے بیچوں بیچ لا کر کھڑی کر دی گئی ہے اور صورت حال یہ بنا دی گئی ہے کہ یا تو اسلام کے نام سے سرمایہ داری و سامراجیت کے عناصر کو بدستور اس ملک پر مسلط رہنے دو یا پھر سوشلزم و اسلام کے نام سے نام نہاد کفر و ایمان کی لڑائی میں پوری قوم مبتلا ہو کر اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے بحرانوں کا شکار بنائے رکھے۔

سامراجیت و سرمایہ داریت کے حامی عناصر صرف یہ کھیل کھیلنے کے لئے جمعیۃ علماء اسلام کے خالص اسلامی اور عوام دوستی کے مؤقف و مسلک کو جھوٹے پروپیگنڈے کے ذریعہ اشتراکیت کا نام دے کر، امن و اعتدال کی اس واحد راہ کو بھی روک دینا چاہتے ہیں۔

پس ملک کے یہ حالات ہیں جن کے پیش منظر میں آپ کا یہ قافلۂ حق یہاں جمع ہوا ہے۔ آپ نے مئی ۱۹۶۸ء میں اسی لاہور میں جمع ہو کر دس سال کے سیاسی جمود آمریت اور بد دینی کے خلاف محاذ قائم کیا تھا ۱۹۶۸ء کی کل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام کانفرنس نے آمریت و لادینیت کو جھنجھوڑا تھا اور ایک عظیم الشان جلوس سے عوام کو بیدار کرنے کی ابتداء کر دی تھی۔ چنانچہ اس اجتماع نے ملک کے دونوں حصوں میں عوام کو بیدار کر دیا۔ اور ایک سال بھی نہیں گذرنے پایا تھا کہ آمریت کا دس سالہ طلسم پاش پاش ہو گیا اور مسلمان عوام ملک کے گوشہ گوشہ میں بیدار ہو گئے۔

اب پھر بجا طور پر آپ کے اس عظیم اجتماع سے جو پہلے کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ہے — پاکستان کے مسلمان توقع کر رہے ہیں کہ ماضی کی طرح اب بھی آپ ہی کا دبا ہوا جوش و ولولہ موجودہ حالات کے بدلنے کا ذریعہ بنے گا۔

مجلس ذکر

اسلام میں سارے کے سارے داخل ہو جاؤ

از: حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم　　مرتبہ: محمد عثمان غنی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی: اَمَّا بَعْدُ:-
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً ص وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ط اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۰ (البقرہ ۲۰۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اسلام میں سارے کے سارے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

بزرگانِ محترم، معزز حاضرین و محترم خواتین! یہ حلقۂ ذکر ہے اور اللہ تعالےٰ کا فرمان واجب الاذعان ہے فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ تم مجھے نہ بھلاؤ میں تمہیں نہ بھلاؤں گا — مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ، جو اللہ تعالےٰ کا ہو گیا، اللہ اس کا ہو گیا۔ اللہ والوں کی تعلیم ہے اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ ط — انبیاء کرام کی تعلیم، اہل اللہ، صوفیاء، علماء حقانی کا ایک ہی مشن رہا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ سے دعا ہی یہی کیا کرتے کہ اے اللہ! حق کو حق، باطل کو باطل دکھا، روشنی کو روشنی اور اندھیرے کو اندھیرا دکھا — اَرِنَا اللّٰہُ حَقًّا حَقًّا ط وَّاَرِنَا اللّٰہُ بَاطِلًا بَاطِلًا ط اے اللہ! حق کو حق کہنے کی توفیق دے، باطل کو باطل، میٹھے کو میٹھا، کڑوے کو کڑوا۔ اسی لئے اسلام کی تعلیم بھی ہے کہ اگر مسلمان بنتے ہو تو اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً ص پھر سرتاپا اسلام کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لو۔ پھر تمہاری پبلک لائف کیا اور پرائیویٹ لائف کیا، تمہاری نجی زندگی کیا اور گھر سے باہر کی زندگی کیا سب اسلام کے تابع ہونی چاہیئے، کاروباری زندگی بازاری زندگی، نشست و برخاست کی زندگی قرآن حکیم کی تعلیمات کے مطابق گذرے گی تو تبھی مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ دربارِ خداوندی سے عطا ہوگا۔ اگر اس سے سرتابی کریں تو پھر مسلمان نہیں رہ سکتے۔ یعنی توحید تو لیں اسلام سے اور محبوب رب العالمین اور قرآن کی تعلیمات سے ہٹ جائیں۔ بنی اسرائیل کی یا نصاریٰ کی تعلیمات پر عمل کریں تو پھر اس گمراہی میں کوئی شک نہیں۔ آپ کی نشست و برخاست انہی لوگوں کے ساتھ ہو جن کے متعلق قرآن نے فرمایا — اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ (آل عمران ۱۹۱)

مولانا ظفر علی خان ؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

نہ جبتک کٹ مروں میں خواجۂ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

★

اور قوم سرمایہ داری و سامراجیت کے
کے نئے حربوں سے نجات حاصل کرکے
اشتراکیت کے خطرہ سے محفوظ ہو
جائے گی اور خاتم النبیین محمد عربی
صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا اسلامی
نظام بھی اس سرزمین پر قائم و
نافذ ہو جائے گا۔

حضرات! ان معروضات کے ساتھ
ہی میں اپنی گذارشات ختم کرنا چاہتا
ہوں اور آخر میں ایک بار پھر آپ
تمام مہمانوں کا دلی خیر مقدم کرتے
ہوئے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ
نے دین و ملت کے مسائل کا
احساس کرکے اس گرم موسم میں
زحمت تشریف آوری گوارا کی۔

امید ہے کہ ہماری طرف سے
مہمان داری میں کوئی کوتاہی محسوس
ہو تو اسے ہماری مجبوری پر محمول
کرتے ہوئے درگزر فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ
آپ کو اپنے بلند مقاصد میں کامیاب
فرمائیں۔ آمین۔

اسلام زندہ باد۔ پاکستان زندہ باد۔
آئین شریعت زندہ باد۔ ختم نبوت زندہ باد۔
۲۲ اسلامی نکات زندہ باد۔ پاکستان کے
غریب مسلمان عوام زندہ باد، جمعیۃ
علماء اسلام زندہ باد۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بقیہ: حسین آرزو

طرح کی اذیتیں دیں۔ دراصل ان کا
مقصد اپنے والد حارث بن عامر کے قتل
کا بدلہ لینا تھا۔ وہ اپنے نجس ہاتھوں
کو ان کے خون سے رنگین کرنا چاہتے
تھے۔ بس حرم کے مہینہ کے گذرنے کی
دیر تھی۔ وقت تیزی سے گذرتا گیا اور
آخر وہ گھڑی بھی آ پہنچی جس سے ہر
ذی روح کو دو چار ہونا ہے اور جس
سے فرار ممکن نہیں۔ کفار کا ایک جم غفیر
جمع تھا۔ وہ حضرت خبیبؓ کو سولی پر
لٹکانا چاہتے تھے۔ آپ سے آخری خواہش
کے اظہار کے لئے کہا گیا۔ خدا کی یاد
سے لبریز دل سے کتنی حسین آرزو کی
تمنا ہوئی۔ انہوں نے دو رکعت نفل نماز
پڑھنے کی اجازت مانگی۔ موت سامنے تھی،
اور زندگی کے چند لمحات رہ گئے تھے۔
حضرت خبیبؓ مطلق نہیں گھبرائے، بلکہ
سکون سے اپنے رب کی بارگاہ میں حمد
ثنا میں مصروف تھے۔ وہ تو اپنی خواہش
کی تکمیل میں رب سے ہمکلام تھے۔ نماز
سے فارغ ہوئے تو کفار سے مخاطب
ہوئے:۔

"میرا دل تو چاہتا ہے کہ دو رکعت
اور پڑھوں لیکن شاید تم یہ خیال کروگے
کہ میں موت سے ڈرتا ہوں۔ مومن موت
سے خائف نہیں ہوتا بلکہ یہ تو اپنے
رب سے ملنے کا ایک ذریعہ ہے۔"

بارگاہ صمدیت میں کھڑے رہنے کی
آرزو کتنی پیاری تھی اور چند لمحوں بعد
وہ تختۂ دار کی طرف اس حال میں بڑھے
کہ خدا کی حمد و ثنا کا ترانہ ان کی
زبان پر تھا۔

دعائے مغفرت

حافظ محمد نسیم بعمر ۲۲ سال منتظم جماعت دہم
بوجہ ایکسیڈنٹ مورخہ ۱۷ جون کو جاں بحق ہوگیا ہے
انا للہ وانا الیہ راجعون
قارئین خدام الدین سے استدعا ہے کہ مرحوم کے
لئے دعائے مغفرت فرمائیں اور اس کے والدین
کے لئے صبر کی دعا کریں۔

بچّوں کا صفحہ

حسین آرزو

عبدالہادی، لاہور

بدر کے معرکۂ حق و باطل میں کفّار بے پناہ جانی و مالی نقصان سے دو چار ہوئے تھے۔ یہی عبرتناک شکست آئندہ جنگوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ وہ اس شکست کا بدلہ چکانے کی فکر میں تھے اور اپنے ان ناپاک عزائم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہر طرح کی ریشہ دوانیوں میں مصروف تھے۔ مسلمانوں کو ہرممکن طریقے سے اذیّت پہنچانے کے ناپاک منصوبے بنا رہے تھے۔ اسلام کی روز بروز ترقی کفّار کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی، اور یہی باعث تھا کہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اُن کی نگاہ میں کھٹکتی تھی۔ اپنے ان مذموم ارادوں کی تکمیل کی خاطر مدینہ کے یہودیوں اور اور عیسائیوں سے بھی ان کی سازباز تھی اور مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کر کے اپنا اقتدار مسلط کرنا چاہتے تھے غرض کہ فضا قطعی طور پر ناسازگار تھی۔ اور ان حالات کی موجودگی میں کسی وقت بھی کفّار کی طرف سے جارحانہ حملے کا خدشہ تھا۔ چنانچہ ان کی حرکات و سکنات سے باخبر رہنا وقت کی اہم ضرورت تھی۔ اور ان نازک حالات کے پیشِ نظر کفار پر کڑی نظر رکھنا ضروری تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عاصمؓ بن ثابت کی سرکردگی میں دس افراد پر مشتمل یہ جماعت کفّارِ مکہ کے حالات معلوم کرنے بھیجی، اُن میں حضرت خبیبؓ بن عدی جیسے جلیل القدر مجاہدِ اسلام بھی شامل تھے۔ حضرت خبیبؓ مجاہدین کی صفِ اوّل میں شامل تھے اور معرکۂ بدر میں جوہرِ شجاعت دکھا چکے تھے۔ حق و باطل کے اس فیصلہ کُن معرکہ میں دشمنِ اسلام حارث بن عامر انہی کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا تھا۔ اسلام کے یہ عظیم مجاہدین اپنے مشن کا آغاز بھی نہ کر پائے تھے کہ قبیلہ لحیان کے سَو سے زیادہ تیر اندازوں کے نرغے میں آ گئے۔ اس موقع پر مجاہدین مطلق نہیں گھبرائے بلکہ خدا کی راہ میں آبلہ پائیوں اور جسم فگاریوں کا یہ نیا موقع پا کر ان کے چہرے خوشی سے تمتما اُٹھے، پھولوں کی طرح کِھل گئے۔ خدا کی راہ میں خاک و خون میں تڑپنے کی بے پناہ آرزو اُن کے رگ و ریشے میں سرایت کر چکی تھی۔ اور اُسی ذات کی خاطر جانِ عزیز قربان کرنے کو مقصدِ حیات جانتے تھے۔ وہ باطل کی بے پناہ قوت سے قطعی مرعوب نہیں ہوئے، بلکہ عزیمت کی ناقابلِ تسخیر چٹان بن گئے۔ کفّار سے مقابلہ ہوا اور سات مجاہدین جوہرِ شجاعت دکھاتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ باقی تینوں مجاہدین کفّار کی اس یقین دہانی پر کہ انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا پہاڑی سے نیچے اتر آئے۔ لیکن کافر کب اپنے عہد کا پاس کرتا ہے۔ انہوں نے مجاہدین سے بدعہدی کی اور کمانوں کی تانیں کھول کر اُن کے ہاتھ باندھ دئے۔ حضرت عبداللہ بن طارقؓ جیسے جری انسان اس بندش کو بھی برداشت نہ کر سکے۔ اور کفّار سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ مکہ لائے گئے۔ جہاں حضرت خبیبؓ کو حارث بن عامر کے بیٹوں نے خرید لیا اور انہیں طرح

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

جھوٹ نگر کی سیر

یہ نظم سید امین گیلانی صاحب نے بیس سال قبل اپنے بھتیجے سید شعیب احمد گیلانی کے نام لکھی تھی:

آؤ شعیبؔ اک بات سناؤں　　جھوٹ نگر کی سیر کراؤں
اک تھا راجہ اک تھی رانی　　راجہ اندھا رانی کانی
انہوں نے اک پالا شیر　　جو کھاتا تھا آم اور بیر
اک تھی بلّی ان کے پاس　　جو کھاتی تھی سوکھا گھاس
اک دن اس نے گھاس نہ پایا　　میاؤں میاؤں کا شور مچایا
شیر نے سنی جو اس کی میاؤں　　سر پر رکھ کے اپنے پاؤں
ڈر کے مارے بھاگا ایسے　　تیر کمان سے چھوٹے جیسے
آخر کوئی جگہ نہ پا کر　　چوہے کی اک بِل میں جا کر
اس نے اپنی جان بچائی　　یوں مِلی بلّی سے رہائی
یہ اک بات ہے جھوٹ کہ سچ　　ہاں! مگر تو جھوٹ سے بچ

جھوٹ سے ہے اللہ ناراض
جھوٹ ہے شیطان کی مقراض

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

ٹیلیفون نمبر ۶۷۵۴۵

بدل اشتراک ہفت روزہ خدام الدین لاہور

پاکستان اور انڈیا میں سالانہ چندہ	..	۱۱
ششماہی	..	۶
" "	..	۳
سعودی عرب بذریعہ ہوائی جہاز سالانہ چندہ	..	۴۲
" بحری جہاز		۱۵
ہوائی ڈاک ششماہی	..	۲۱
بحری	..	۱۱
انگلینڈ بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ	۴۰	۴۳
بحری	۸۰	۲۲

نیو فیشن لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔

دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

منظور شدہ محکمہ تعلیم: (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۹۳۲۱ مورخہ تین مئی سنہ ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۰۱ ۲۴ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء (۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۹/۶۷-۲-۹-۲۵ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۳ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM/۴۰-۵۲۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء